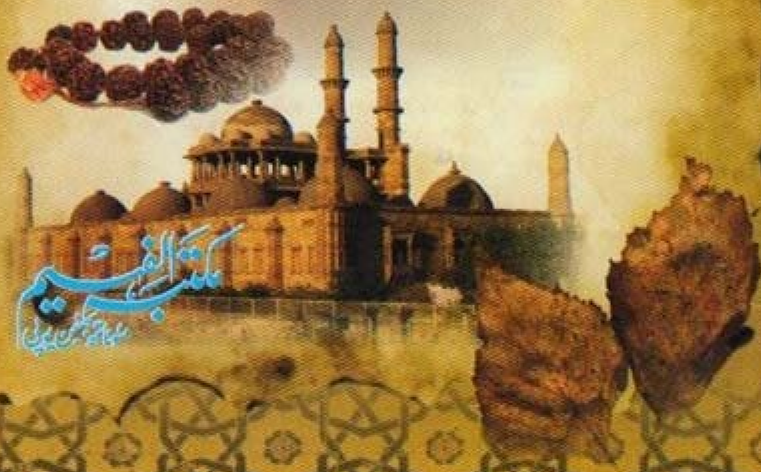


تصوف

دین یا بے دینی

مولانا عبدالمعید مدنی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com



تصوف

دین یا بے دینی

مولانا عبد المعید مدنی

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

MAKTABA AL-FAHEEM
Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email : maktabaalfaheemmau@gmail.com
WWW.faheembooks.com

نام کتاب : تصوف دین یا بے دینی
تالیف : مولانا عبدالمعید مدنی
طابع وناشر : مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی
سال اشاعت : ستمبر ۲۰۱۱ء
تعداد اشاعت : ایک ہزار ایک سو
صفحات : 48
قیمت : 25/00

باہتمام
شفیق الرحمٰن، عزیز الرحمٰن

مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

MAKTABA AL-FAHEEM
Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email : maktabaalfaheemmau@gmail.com
WWW.faheembooks.com

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

مئی ۱۹۹۷ء میں رچھا بریلی میں تصوف پر ایک سیمینار کا انعقاد ہوا تھا۔ اس میں شرکت کی دعوت ملی. مارچ میں میری بیوی کا انتقال ہوا تھا۔ دل و دماغ پر غم واندوہ کا بوجھ تھا پھر بھی احباب کے کہنے پر سیمینار میں شرکت کی۔ گھر پر چھوٹے بچوں کو دیکھنے والا کوئی نہ تھا اسی لیے انھیں بھی ساتھ لے گیا۔ وہاں پہونچے تو مجروح احساس پر قدم قدم پر چرکے لگے اور مقالہ تک نہ پیش ہو سکا، ایک لڑکا بیمار بھی ہوگیا وہاں سے واپس ہوئے تو بعض احباب کے کہنے پر اُسے قسط وار ماہنامہ ''آثار'' میں چھپنے کے لیے دے دیا گیا۔ مضمون چھپا لیکن اس میں پروف کی کافی غلطیاں رہیں۔

اسی مقالے کو درست کیا گیا، حذف واضافہ کے ساتھ اُسے کتابی شکل دے دی گئی۔

اس مقالے میں تصوف کی شرعیت، منہجیت، عملیت، فعالیت اور مضرت پر بات کی گئی ہے اور یہ نتیجہ ظاہر کیا گیا ہے کہ تصوف ہر اعتبار سے دین سے خارج شئی ہے اور گمراہی کا منبع، دنیا میں کوئی نظریہ تصوف سے زیادہ گمراہ کن اور فاسد نہیں ہے اور دین کی قرآن وسنت سے ثابت شدہ باتوں پر تصوف کا عنوان لگانا بہت بڑی جسارت ہے جو معافی کے لائق نہیں ہے۔

تصوف ایک انسانی روحانی تجربہ ہے اُسے دین وشریعت کا نام نہیں مل سکتا ہے، اور ہر صوفی کا تجربہ دوسرے صوفی سے جدا ہوتا ہے اور اس تجربے میں جس قدر تعمق آتا جاتا ہے گمراہی اسی قدر بڑھتی جاتی ہے۔ اس تجربے کے لیے انسان کو ہر ہر قدم پر شریعت سے دور



ہٹنا پڑتا ہے اور تجربے میں جس قدر تعمق ہوگا اس کے بقدر انسان شریعت سے دور ہٹے گا۔ انسانی تجربہ پھیلاؤ وتنوع چاہتا ہے۔ یہ تجربہ کسی حدوقید کا پابند نہیں ہے۔ اس لیے اس میں ارتقاء آتا گیا اور گمراہیاں بڑھتی گئیں۔ اور اس آزادئ فکری پر قدغن نہیں لگایا جاسکتا۔ اگر تصوف کسی پابندی کو برداشت کرلے تو تصوف تصوف نہ رہ جائے گا، تصوف کا مسلک ہی آزادی اور اباحیت ہے۔

تزکیہ وتربیت کے عمل سے ہٹ کر طریقت کی راہ اپنانا اور اسے شریعت کا مدمقابل بنانا نیا دین ایجاد کرنا ہے۔ طریقت ایک بدبختی ہے اور شریعت کے مدمقابل نیا دین جاری کرنا ہے، شریعت کامل مکمل ہے اس کی تکمیل کے لیے طریقت کی گرہ لگانا ایک جسارت ہے فی الواقع تصوف ایک جسارت ہے اور اس کی جسارت کی مثالوں سے کتابیں بھری ہیں۔ انا الحق. ما فی الجبة إلا الله سے معاملہ اس وقت آگے بڑھ چکا ہے اور اس راہ کے راہی یہ کہنے لگے ہیں اللہ کون ہے؟ ہمیں نہیں معلوم. ہم قبر والے صوفی کو جانتے ہیں اور بس۔ اب بھی تصوف کو جو ہر دین کہنے والے نہیں رکتے. اب تصوف سب سے بڑی جسارت ہے۔

کتاب مکتبہ الفہیم مئوناتھ بھنجن سے چھپ کر قارئین کے ہاتھ میں ہے، اللہ اسے مفید بنائے، اور مؤلف ناشر اور ہر معاون کو ثوابِ دارین عطا کرے۔ آمین

عبدالمعید

٢٠٠٩/٦/٢٢

اہل حدیث منزل دہلی ٦

فصل اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقاصدِ تصوف

مقاصدِ تصوف کیا ہیں؟ یہ سوال ہمیشہ لوگوں کے سامنے رہا۔ اس سوال کا جواب عقیدہ وتصور کے مطابق متنوع قسم کا ہوتا ہے۔ کہیں تصوف کو روحِ اسلام سمجھا جاتا ہے اور اسکی اہمیت پر حد سے زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ کہیں اسلامی تصوف اور غیر اسلامی تصوف کی تفریق کی جاتی ہے اور اس کے اندر موجود حسن وقبح اور غلط وصحیح پر بحث ہوتی ہے۔ ایک بڑا گروہ ایسا بھی ہے جس نے تصوف کی بارگاہ میں اس طرح گردن خم کردیا ہے کہ اس کے نام سے ہر قسم کے فکری اور عملی بگاڑ کو مستند مان کر تسلیم کرلیا ہے۔

کتاب وسنت کے فہم کا صحیح منہج کیا کہتا ہے، تصوف کے متعلق اس کا کیا فرمان ہے، وہ تصوف کے متعلق کیا حکم صادر فرماتا ہے، یہ دیکھنے اور غور کرنے کی بات ہے۔

اسلام دین کامل ہے، یہ قرآنی عقیدہ ہے، جسے ہر مسلمان مانتا ہے، دین کامل نے انسانی رشد وہدایت اور ارتقاء وتمدن کے لیے سارے عملی وفکری اسباب وذرائع مہیا کیے ہیں، زندگی کا ہر گوشہ اس کی ضیاء باری سے مستنیر ہے، روحانی ارتقاء، صفاء نفس، تجرد عن الذات کے لیے بھی اس کے اندر ہدایات موجود ہیں، ان عظیم مقاصد کے حصول کے لیے بھی یہاں رستہ کھلا ہوا ہے۔ اس گوشۂ حیات پر کامل اسلام کی جلوہ فزائی اور ضوء افگنی کچھ

زیادہ ہی ہے، اس لیے کہ روحانی ارتقاء یا صحیح معنوں میں تقویٰ، تعفف، انابت اور زہد کے مسائل انسانی تجربات سے نہیں حاصل ہو سکتے۔ ان کے حصول کا متعین راستہ ہونا چاہئے، کیوں کہ یہی معراجِ عبدیت ہیں اور ان کا حصول صرف اور صرف توقیفی اعمال وعقائد سے ہی ممکن ہے، تقویٰ، خشیت، تضرع، احسان اور عبدیت انسانی زندگی کے جوہر ہیں ان کے بغیر زندگی کا کوئی کام صحیح طور پر انجام پذیر ہو ہی نہیں سکتا۔

لائق توجہ بات یہ ہے کہ وہ اشیاء جو جوہر کی حیثیت رکھتے ہیں کیا ان کے حصول کا جامع تصور کامل اسلام میں موجود نہیں ہے؟ کیا مسلمانوں کو ان کی یافت کی خاطر کسی دوسری شریعت یا دین کا سہارا لینا پڑے گا یا انسانی تجربات کو دین کا درجہ دینا پڑے گا، اور ان کو اپنانا ہوگا تا کہ اسلام کا اوّلین مطلوب حاصل ہو سکے، تصوف کی پوری تاریخ اسی داستانِ الم کی تکرار ہے کہ دین کامل کے تصور عبادت سے اسے اطمینان نہیں ہے، اسے ان اشیاء جوہر کے حصول کے لیے کچھ اور ذرائع کی تلاش ہے۔

تصوف کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے اندر سے دنیاوی رغبت کو ختم کر دیا جائے اور تجرد عن الذات اور تجرد عن الدنیا کی ان کے اندر کیفیت پیدا کر دی جائے، اور اس کے نتیجے میں ان کی زندگی میں دنیاوی فتنوں اور رغائب کا ذرہ بھر اثر نہ رہ جائے۔ کامل طور پر انسان زہد کی زندگی گزار سکے۔

ایک مرتاض دنیاوی لذتوں، عیش وآرام اور غفلت سے کنارہ کش ہو جائے، اس کی زندگی سرتاپا عبادتِ الٰہی اور خشیتِ ربانی کی تعبیر بن جائے، اس کی خاطر اسے سماج، گھر، آل اولاد، کنبہ، قبیلہ اور رشتہ ناطہ سب سے دور ہونا پڑتا ہے، مختصر لفظوں میں تصوف ترک دنیا کا نام ہے اور اقبال الی اللہ اس کا مقصد ہے۔

اگر ان مقاصد میں تصوف کو کامیابی مل جائے تو کیا صرف یہی مقصدِ اسلام ہے، کیا اسلام کا تصورِ عبادت ان مقاصد کے حصول میں معاون ومدد نہیں ہے یا اس سے ان مقاصد

کی تکمیل نہیں ہوتی ہے، خشیت تضرع اور انابت کی وہ کون سی ادا ہو سکتی جس کی یافت اسلامی عبادات سے نہیں ہو سکتی، نماز معراجِ مؤمن ہے قرآن واحادیث میں نماز اور اس کے مقتضیات، متعلقات اور نتائج پر سیر حاصل گفتگو موجود ہے۔ ایک مسلمان کی جد وجہد اگر ان محوروں پر ہوگی تو انسان عبدیت، اخلاص، تزکیہ، اصلاحِ نفس، یقین اور شکر وصبر کے مراحل طے کر سکتا ہے، دعا تلاوتِ قرآن، فہم وتدبرِ قرآن، آیات واحادیث رقاق سے قلوب بنی آدم میں ہمہ جہتی تغیر پیدا ہو سکتا ہے، فکر ونظر کا ارتکاز، عملی جادہ پیمائی، قلب ونگاہ کی صفائی ان سے حاصل ہو سکتی ہے، جس توازن اعتدال اور ہمہ گیری کا عمل اسلامی عبادات میں جاری ہوتا ہے، تصوف کی بہت سی خود ساختہ ریاضتیں اور اوراد ووظائف اس کے عشر عشیر بھی بار آوری کا دعویٰ نہیں کر سکتے، تصوف کا سارا کاروبار زہد سلبی ہے اور اسلامی تصور عبادت پورا پورا تعمیری ہے، غایت مقصد اور نتائج کے اعتبار سے تصوف اور اسلامی عبادات دونوں بالکل محاذی لائنوں پر کام کرتے ہیں۔

اسلامی عبادات سے ایسا فرد اور معاشرہ تیار ہوتا ہے جن سے حقوق کی ادائے گی کامل طور پر ہو سکے، قیامِ عدل ہو، ہر فرد خود اپنی ذمہ داری نبھانے کے لیے شعوری طور پر جواب دہ ہو، ضمیر کی آزادی کے ساتھ اس کائنات میں اسلامی مشن پورا کرنے کا اہل بن سکے، تعمیر ارض اور خلافت اسلامی کے قیام کے لیے کوشاں ہو اور کامل اسلام کی کامل نمائندگی زندگی کے ہر گوشہ میں کرنے کے لیے مستعد رہے۔

تصوف کا عمل یہ ہے کہ اپنے اسیرانِ زلف کو ترکِ دنیا کی تعلیم دے، "قل من حرم زينة الله التي اخرج لعباده والطيبات" کی مخالفت کرے، اور سارے فرائض حیات سے انھیں کاٹ کر گوشے میں لا بٹھائے، دنیا سے نفرت دنیا والوں سے نفرت سکھلائے، کاروبار حیات سے نفرت کرنے کی تعلیم دے، معاشرہ تباہ ہو، کفر وباطل کا ساری دنیا میں بول بالا ہو، اس سے صوفیا کو کوئی سروکار نہیں یہ الگ بات ہے کہ ولولہ پسند

طبیعتیں حوصلہ جو افراد خانقاہیت کا لبادہ اوڑھ کر بھی کاروبار حیات سے دل چسپی لیتی ہیں لیکن بہر حال اصولی بنیادوں پر یہ مہم جوئیاں خانقاہیت کے خلاف بغاوت ہی میں شمار ہوں گی، انھیں مزاج خانقاہیت سے سرکشی میں شمار کرنا ہوگا، یہ کردار اور فکر میں تضاد کا آئینہ دار مانی جائیں گی۔

سادہ سی زبان میں اسلامی تعلیمات خاص طور پر عبادات اور تصوف میں بہت بڑا فرق ہے، منزل جدا، مراحل جدا اور مقاصد جدا، اس جدائی اور دوری کے باوجود کیا تصوف کو اسلامی کہا جائے گا اگر اسلامی عبادات سے سارے مقاصد پورے ہو رہے ہیں، جن سے تعمیر فرد، تعمیر معاشرہ، تعمیر ملت اور قیام خلافت کا کام پورا ہوسکتا ہے تو پھر تصوف کی فنکاری کی کیا ضرورت اور کیوں اس کی تباہیوں سے اغماض کیا جائے؟ اسلامی عبادات کو اس کے تعبدی اور شرعی معنوں میں کیوں نہیں رہنے دیا جاتا؟ اس کے اوپر کیوں تصوف کی راہبانہ چھاپ لگائی جائے، کیوں بلیات، عدم توازن، انتہا پسندی بدعات، شرکیات، الحادیات فتنوں، خرافات اور مصیبتوں سے لدی چندا بیگم کو اسلامی پیراہن پہنایا جائے، کیوں نہ اسے بازارِ عجم ہی میں نیلام ہونے کے لیے چھوڑ دیا جائے؟

یہ تو بات ہوئی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر۔ عملی دنیا میں آیئے اور وظائفِ تصوف اور اعمالِ عبادت پر نظر ڈالئے، اعمال عبادات سراسر توقیفی ہیں حتی کہ وہ دعائیں بھی جن کا تعلق فرائض عبادات اور صبح وشام کے متعینہ اوقات سے ہیں، حد بندی اور توقیفیت سے اتباع اور اطاعت کی راہ ہموار ہوتی ہے ان کے سبب ذہن ودماغ انتشار اور پراگندگی سے محفوظ رہتے ہیں، غیر اسلامی ریاضتوں کو عبادات کے نام پر افراد کے اعمال میں در آنے کا موقع نہیں ملتا ہے، ان سے توازن اور اعتدال قائم رہتا ہے اور ان سے اجتماعیت کا تصور بھی ابھرتا ہے، ان سے ہمہ جہتی رنگ میں ایک کھری شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے یہاں تک کہ زندگی صبغۃ اللہ میں رنگ جائے، ایمان، عبادات اور اعمال صالحہ کا ہر پہلو اور عقائد سراسر اطاعت الٰہی

اور اتباع الٰہی سے بندھے ہوئے ہیں، جہاں اسلامی اعتقادات وعبادات کی توقیفی لائنوں سے دوری ہوئی شرک وبدعات اور الحاد کا دروازہ کھلا، ان دروازوں کے کھلتے ہی معرفتِ الٰہی کا دروازہ بند ہوا، عبدیت کے مراحل طے ہونے موقوف ہوئے کیوں کہ شرک وبدعت اور الحاد کے ہوتے کسی عمل کو بارگاہ الٰہی میں پذیرائی نہیں ملتی" لئن اشرکت لیحبطن عملک "اور" کل امر لیس علیه امرنا فهو رد" "کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار" کا خطرہ سروں پر منڈلانے لگتا ہے، تصوف کی دنیا میں خواہ صوفی کتنا ہی مستند ہو وہاں آزادی ہی آزادی ہے، موضوعات اور ضعاف کے سہارے بے شمار قسم کی نمازیں رواج پذیر ہوگئیں ہیں پھر ان کی کمیت، کیفیت اور ہیئت کی بھی حد نہیں ہے، اسلامی عبادات میں زمان ومکان اوقات اور ہیئت کا بھر پور قانون ہے، عالم تصوف میں عبادات اور ریاضیات کی حد بندی نہیں ہے، نہ مسجد شرط ہے نہ جماعت شرط ہے اور مخترعہ نمازوں کے لیے اوقات کی حد بندی ہے اور نہیں بھی ہے، اوراد ووظائف کے نام پر ہر سلسلہ اور ہر صوفی کے اپنے معمولات وتجربات ہیں، اور ان کی ادئیگی کی مضحکہ خیز صورتیں بھی ہیں، درود کے نام پر نوع بہ نوع درود ایجاد کر لیے گئے ہیں، ان کی فضیلت اور کمیت وکیفیت کے لیے قصص واہیہ کو گھڑ لیا گیا ہے ان تمام اعمال اور اوراد ودرود کے فضائل اور ثواب بھی متعین کر لیے گئیے ہیں مزید ان پر عاملین کے قصص منکرہ کا ایک طومار سنایا اور پڑھا جاتا ہے جو الگ گمراہی اور فنا فی الرجال کا ایک کورس بن جاتا ہے۔

وظائف اور ریاضتوں سے بات آگے بڑھتی ہے تو فاتحہ، نقوش اور تعاویذ کی بے شمار قسمیں عالم وجود میں آتی ہیں، شعوذہ، طلسمات، سحر اور عالم ارواح کا فن سکھایا جاتا ہے ان سے ہدایات وصول کیے جاتے ہیں، منامات اور مکاشفات وحی کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔

تجرد عن النفس اور ترک دنیا کا عمل یہیں پر ختم ہو جاتا تو بھی مسئلہ آسان ہوتا، اس سے آگے بڑھ کر مراسم تصوف بھی مرتب ہونے لگتے ہیں، زہد وترک دنیا کے لیے ریاضت

سادہ سی بات تھی لیکن ان سے بڑھ کر ایک نظام وجود میں آ گیا جس کے الگ ہی خد و خال بنائے گئے ہیں، جن کا اسلام سے رشتہ مشکل سے ہی سمجھا جائے گا، نظام آنے کے بعد کہاں کی حد بندیاں اور کہاں کی بندشیں، رہبانیت جوگ اور یونانی فلسفے کے تمام افکار و تجربات اور ریاضتیں اس نظام میں داخل ہو گئیں، اس نظام کی پابندی کے حوالے سے ریاضت کی خاطر گھر در چھوٹ جاتا ہے، اگر آل و اولاد کی عائلی زندگی ہو اسے خیر باد کہنا پڑتا ہے، سماج اور معاشرہ سے منہ موڑنا پڑتا ہے جسم وجان کی جائز ضرورتوں سے محرومی ہوتی ہے، تقشف اور جسمانی اذیت عین مطلوب بن جاتی ہے، ہیئت اور شکل بدلتی ہے، لباس اور بود و باش بدل جاتا ہے خود اعتمادی عزت نفس احساس اور شعور کو تیاگ دینا پڑتا ہے، اتباع اور اطاعت کی راہ چھوٹتی ہے تو مرشد اور پیر منزل مقصود ہوتا ہے، بیعت ہوتی ہے ارادت اور عقیدت کے ہفت خواں طے ہوتے ہیں، مرشد جو کہے وہی کرنا ہوتا ہے وہ اگر حرام کے ارتکاب کا حکم دے تو حکم عدولی کی گنجائش نہیں، کتاب وسنت کی خلاف ورزی کی تعلیم دے تو اسے ماننا ضروری ہے، نماز سے روک دے تو رک جانا لازم ہے، تصورِ شیخ ہی اصل رہبر ورہنما ہے تصورِ شیخ **ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک** کے بجائے ''**ان تسلک کان یری الشیخ فان لم تکن تراہ فانہ یراک**'' کا منظر بن جاتا ہے، اس سے بھی سیری نہ ہو تو کسی صاحب کشف وکرامات کی قبر پر مراقبہ ہوتا ہے تاکہ اصلاح قلب ہو سکے، مرشد کی ارادت ایسی شدید ہونی چاہئے کہ سر سجدہ تعظیمی میں آسانی سے جھک جائے، راہِ سلوک، راہِ طریقت اور راہ معرفت طے ہوتے ہیں، ترقی اتنی بڑھتی ہے کہ مکمل طور پر مرید کو ذات شیخ میں فنا ہونا پڑتا ہے، ان تفصیلات سے آسانی سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اعمال تصوف پیر کے لیے ہوتے ہیں اور اعمال عبادات اللہ کے لیے، ترقیق قلب کے لیے رقص وسرود کی محفل لگانی پڑتی ہے، قوالیاں گائی جاتی ہیں، اگر امرد اور طوائف کی خوب صورت آواز اور حسین چہرہ ہو تو محفل تصوف دو آتشہ بنتی ہے، سرمستی مدہوشی

اور حال کا ایسا سماں بندھتا ہے کہ اس پارسائی کے دامن کو اگر نچوڑ دیا جائے تو فرشتے وضو کو دوڑ پڑیں، معرفتِ الٰہی کے لیے امرد پرستی اور حسن فریب خوردہ کی اسیری بھی رقت قلب کے لیے تریاق ہے، معرفتِ الٰہی کا جلوہ نعوذ باللہ، ایسا آوارہ ہوتا ہے کہ کسی معظم مرشد کو عیسائی لڑکی میں نظر آ سکتا ہے اور اس جلوہ معرفت کی یافت کے لیے اس لڑکی کے ساتھ آٹھ سال سور بھی چرایا جا سکتا ہے، اس کے بعد منزلت اتنی بڑھ سکتی ہے کہ فرشتے اس کے لیے تقربِ الٰہی کی بشارت لے کر اتر سکتے ہیں مکاشفات اور کرامات سے شادکامی ملتی ہے، ولایت کے درجۂ بلند پر فائز المرامی نصیب ہوتی ہے اور عالم غیب و عالم حاضر کے سارے حجابات ختم ہو جاتے ہیں، کائنات میں تصرفات کرنا حق بن جاتا ہے، اچنبھے کی بات یہ ہے کہ اتنے پاپڑ بیلنے کے بعد ملا کیا؟ ذمہ داریوں سے فرار اسلام کے عائد کردہ ہمہ گیر فرائض اور واجبات سے فرار، میدان عمل اور کارزارِ حیات سے فرار، ایک طرف اسلامی تصور عبادت کی عملی تصویر ملاحظہ ہو اس کے پیر اہل تصوف کی بوالعجبیوں پر نظر رہے، کیا سہل وسادہ زندگی سے بھرپور اور بامعنی اسلامی عملی تصویر قابل قبول ہو سکتی ہے یا رہبانیت اور جوگ کا سلبی تقشف وزہد جو غلو کجی اور بے راہ روی سے تعبیر ہے۔

اسلامی تصور عبادت توازن اور اعتدال کا آئینہ دار ہے، عبادت اور پرستش کی اتنی ہی مقدار اسے مطلوب ہے جو انسان کو کبر سے دور کر کے اس کے اندر عبودیت، انابت اقنات تضرع خشیت اور اخلاص کی خوبیاں پیدا کر دے، کیوں کہ ایک مؤمن کے لیے یہ عناصر کاملہ کارگاہ حیات میں عملی جدوجہد کے لیے توشہ ہیں، انھیں سے اس کی پہچان بھی بنتی ہے۔یہی خوبیاں اس کی راہ حیات میں نور کا کام دیتی ہیں اور انھیں کے بل بوتے پر وہ حقوق کی شناخت کر سکتا ہے، جاں فشانی اور قربانی کا ولولہ رکھتا ہے، تعمیر ملت، تعمیر معاشرہ، اور تعمیر ارض انھیں کا رہین منت ہوتا ہے، تمام ذہنی وجسمانی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ہر میدان حیات کو سر کرنے کا حوصلہ بھی انھیں سے ملتا ہے، آخری سانس تک جادہ پیمائی کی توانائی بھی

یہی ہم پہچانتے ہیں "قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی کی نغمہ خوانی انھیں سے ہوتی ہے۔رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضاہ کی راہ پر گامزن یہی کرتے ہیں۔

اس کے برعکس تصوف کا عمل ریاضت برائے ریاضت ہوتا ہے صوفی کے اندر مشکوک راہوں سے روحانیت کا جوش وولولہ پیدا ہوتا ہے لیکن ان کے نکلنے کی راہیں رہبانیت کے سبب بند ہوتی ہیں، پھر سکر وبدمستی، مکاشفات اور منامات کا دور چلتا ہے، بزعم خویش کرامات اور ولایت کے ہفت خواں طے ہوتے ہیں اور وہ خود کوزہ وخود کوزہ گر وخود گل کوزہ بن کر خود پسندی کا شکار بن جاتا ہے، خلق خدا اس کے فتنۂ عام میں مبتلا ہو جاتی ہے جب اس کے اوپر شطحات کی برکھا ہوتی ہے تو اس کو کچھ نہیں دکھائی دیتا ہے، عالم غیبوبت کا سماں ہوتا ہے اور فتنوں کا خار زار، اس حال میں اس کی خود پرستی رہبانیت پسندوں اور جوگ پرستاروں کو جمع کر لیتی ہے، برہنہ گندے جنون وسکر کے شکار دین کی ادنیٰ خوبی سے عاری توہم پرستی کی دکان سجا دیتے ہیں، شریعت کی تحقیر ہوتی ہے اور اس کی پابندی بھی طریقت کی معراج پانے کے بعد اٹھ جاتی ہے۔

یہ ثمرات راہبانہ تصوف کے ہیں جنھیں اہل علم جانتے ہیں، ثمرات، نتائج کارگاہ عمل اور طرزِ عمل سے آگاہی کے بعد اگر تصوف کے لیے عذر خواہی کا راستہ چنا جائے، تو یہ دردناک کہانی ہوگی اور اسلام کامل کی مظلومیت کی عبرتناک داستان، اسلام کامل میں وہ سب کچھ ہے جس سے حسنات دنیا اور حسنات آخرت کا حصول ممکن ہے، اسلام کامل کے پیرائل تصوف کو بیچ میں راہ دینے سے کیا ملا، زوالِ امت توہم پرستی، قبر پرستی عقیدہ وعمل کا بگاڑ، اطاعت اور اتباع سے دوری، شریعت کی تحقیر، اللہ ورسول سے دوری سماج اور معاشرہ سے فرار اور ملت وخلافت سے چشم پوشی، اور میدان عمل سے پہلو تہی۔

فصل دوم

تصوف کا موضوع اور طریق کار

تصوف کی داستان ہزار رنگ کا جلوہ گلی گلی اور کو بہ کو پھیلا ہوا ہے لیکن اس کے پیچھے جو اثرات ہیں وہ بھی عیاں ہیں، تصوف کا موضوع فرد ہے فردی روحانی ارتقا اس کا مقصد ہے، معراج تصوف یہ ہے کہ انسان تارک دنیا بن جائے موضوع اور طریق کار نگاہ میں رکھنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام نظریات میں تصوف سب سے زیادہ استبدادی نظریہ ہے، اس استبدادی نظریئے کا امتِ مسلمہ کے بگاڑ میں جو رول ہے وہ انتہائی بھیانک ہے، کامل اسلام کے ماننے والوں کے اندر جب تباہی آئی تو خلافت ملوکیت اور شخصی استبداد میں بدل گئی، عقیدہ فلسفہ بن کر رہ گیا، اسلامی عبادات کی تصوف نے صورت بگاڑ دی، شریعت اور مسائل شریعت جمود وتعصب کی چکی میں پس کر رہ گیے بیت المال مال غنیمت بن گیا، معیشت جاگیرداری اور اجارہ داری میں تبدیل ہوگئی۔

اسلام کا موضوع پوری کائنات اور ماوراءِ کائنات سبھی کچھ ہیں اس کائنات ارضی پر امامت ربانی اٹھانے اور خلافت اسلامی قائم کرنے کی ذمہ داری مسلمانوں کو سونپی گئی ہے، ان مقدس کارناموں کو پورا کرنے کے لیے رجال وافراد کی ضرورت پڑتی ہے، افراد ورجال کی تعمیر اسلامی بنیادوں پر اس طرح ہوتی ہے کہ وہ احساس وشعور امانت ودیانت، عدالت وقیادت اور تقویٰ وخشیت کی دولت سے مالا مال ہوجاتے ہیں۔ان کے اندر موجود ساری

توانائیوں اور ہنر مندیوں کو پنپنے کا بھر پور موقع ملے اور ہر میدان میں اتقان ومہارت سے قیادت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لیں، اور انسانیت کو رب العالمین کی الوہیت و ربوبیت کا درس دیں تاکہ رضائے الٰہی حاصل ہو سکے، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے افراد کے ہر قسم کے حقوق کی بحالی کی اور ان کی ہر جائز ضرورت کو پورا کیا، ان کی جان مال عزت آبرو اور عزتِ نفس کے تحفظ کی ضمانت دی، آزادئ ضمیر و آزادئ رائے کو بحال کیا حتی کہ معمولی بات اور معمولی حرکت جس سے کسی کی دل آزاری ہو اس کو بھی روا نہیں رکھا گیا، اسلام میں انسانی جذبات اور عزتِ نفس کا اتنا لحاظ رکھا گیا ہے کہ اگر تین آدمی ہوں تو ایک کو چھوڑ کر دو آپس میں سرگوشی نہیں کر سکتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلم معاشرہ کا ہر فرد خواہ غریب ہو یا امیر، مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا جوان، چھوٹا ہو یا بڑا، دیہات کا باشندہ ہو یا شہر کا سب کو یکساں طور پر آپ نے وقار واحترام اور عزتِ نفس کا احساس دلایا، ہر ایک کی خودی اور ذاتیات کو تحفظ دیا حکومت کی خاطر افراد کے حقوق پامال نہیں ہوئے، نہ افراد کی خاطر سماج اور حکومت کے حقوق میں تبدیلی کی گنجائش رکھی، آپ کی ذات اقدس افضل البشر اور رحمت للعالمین قرار پائی، لیکن شرعی محبت اور اتباع کو فرض قرار دینے کے بعد بے جا توغل اور عقیدت سے روکا، فرمایا میرے لیے ایسا نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ اپنے بڑوں کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، حضرت بریرہؓ کو مغیث شوہر کے پاس لوٹنے کو کہا مغیث غلام تھے اور حضرت بریرہ آزاد تھیں، انھیں آزادی ملنے کے بعد حریت ملی تھی کہ مغیث کو چھوڑ دیں یا اُن کے ساتھ رہیں، رسول گرامی نے ساتھ رہنے کا اشارہ کیا تھا پوچھا حضور مشورہ ہے یا حکم، فرمایا مشورہ ہے حکم نہیں، کہا واپس نہیں جاؤں گی، رسولِ رحمت نے ان کی حریت میں مداخلت نہ کی، آپ نے زرعی مسائل میں اہل مدینہ کو مشورہ دیا کہ گابھانہ لگایا کرو مشورے پر عمل ہوا۔ فصل کم آئی صورتِ حال سامنے رکھی گئی، ارشاد ہوا'' انتم اعلم

بامور دنیاکم'' فرمایا'' یہود ونصاریٰ کی طرح میرے بارے میں غلو نہ کرنا'' صنفِ نازک بڑے بوڑھوں بچوں اور والدین کے بارے میں خاص اہتمام کا حکم دیا، پڑوسی غرباء مساکین اور یتامیٰ وحاجت مندوں کی پاسداری اور احترام ورعایت اور دیکھ ریکھ کے قانون بنائے۔ اور ان کی بجاآوری پر دنیا وآخرت کی سرخ روئی کی خبر دی۔ باطل پر خاموشی اور حق سے پہلوتہی پر سخت وعید کی، کلمہ حق ظالم حکمرانوں کے سامنے کہنے کو افضل الجہاد قرار دیا۔ اور ایک بندۂ مؤمن ومخلص کی وہ قدر وقیمت بتائی کہ اس پر ظلم ہو تو رؤف ورحیم پروردگار کا ارادہ ہوتا ہے کہ صفحۂ ہستی کو سمیٹ دیا جائے، لیکن مشیتِ الٰہی اور قضا وقدر کے فیصلے اور اصول طے ہیں۔

یہ تعلیمات اس لیے ہیں تاکہ افراد کو فطری ماحول ملے اور وہ حریت اہمیت اور احترام سے شادکام ہوں، تاکہ ان کے اندر موجود ساری توانائیاں پنپ سکیں اور بارِ امانت اٹھانے کے قابل بن سکیں، اس کے برعکس جب انسان کے اوپر استبداد مسلط ہوتا ہے اس کی شخصیت کمھلا جاتی ہے ساری صلاحیتیں پژمردہ ہو جاتی ہیں، اس کے اندر موجود قوی مضمحل ہو جاتے ہیں، اور لوگ نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں، امنگوں آرزؤں کی تکمیل اور قوتِ عمل کے ظہور کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں، یہ رکی ہوئی توانائیاں اور صلاحیتیں شخصی تطرف یا بے حسی کا سبب بن جاتی ہیں یا اخلاقی اور سماجی فساد وبگاڑ میں معاون بن جاتی ہیں، افراد دینی استبداد ہو یا سیاسی دونوں حالات میں عضو معطل بن جاتے ہیں۔ معاشرے میں پست ہمتی تنگ نظری، جذباتیت اور تندخوئی عام ہو جاتی ہے۔ ذہن سازشی بن جاتا ہے، مقصد حیات اوجھل ہو جاتا ہے، اشخاص کی بنا وتعمیر پر قدغن لگنے سے تمام قوی اور شخصی بیماریاں پھوٹ پڑتی ہیں قوم بے قیادت ہو جاتی ہے، تصورات دین بگڑ جاتے ہیں اجاڑ یا بگاڑ ان کا مقدر بن جاتا ہے جمود کی حالت وکیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

عرض کیا گیا ہے کہ دنیا کے تمام نظریات میں تصوف کا نظریہ سب سے زیادہ

استبدادی ہے حتیٰ کہ کمیونزم بھی فکری طور پر اتنا استبدادی نہیں جتنا استبدادی تصوف ہے، کمیونزم میں حکومت کے مقابلہ میں افراد کے حقوق بہت کم ہیں لیکن انسان کی اندرونی بھاؤنا پر ان کا پہرہ نہیں رہتا ہے، لیکن تصوف میں پیر ومرشد کا خطرات قلب اور ذہنی وقلبی واردات پر بھی پہرہ ہوتا ہے، مرید کی بھاؤنا اور سانس بھی پیر کی چاہت کے مطابق چلتی ہے، تصوف میں ترکِ دنیا کے نام پر پیر ومرشد خود پرستی کا شکار ہوجاتا ہے، مرید سے ہر قسم کی حریت چھین لیتا ہے اسے غسل دلانے والے ہاتھوں میں مردہ کے مانند بناڈالتا ہے، مرنے کے بعد بھی تصورِ شیخ اور مراقبہ کا چکر لگا رہتا ہے، روح حاضر ہوکر مرید کے لیے احکام صادر کرتی ہے، خواب میں آکر مرشد اسے ہدایات دیتا ہے، رجال الغیب کا تصور ان مردہ پیروں کو عالم کائنات میں تصرفات کی اتھارٹی بھی تھمادیتا ہے، وہ بگڑی بناسکتے ہیں اور نظامِ کائنات چلاتے ہیں، مرید کے سر پر ہر وقت پیر کا سایہ رہتا ہے خواہ زندہ ہو یا مردہ مرید کو کسی حال میں حریت حاصل نہیں ہے۔ مرید کی ذمہ داری میں یہ بھی داخل ہوتا ہے کہ مرشد کی قبر کو آباد رکھے، چادریں چڑھائے، چراغاں کرے، عرس وقوالی کا اہتمام کرے، مقبرہ تعمیر کرے، اس کے فرائض میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ مرشد کی قبر کے لیے سجدہ تحیہ بجالائے اور قبر بوسی بھی کرے۔

تصوف کے بتکدے میں انسانی تشخص کی وہ تباہی ہوتی ہے کہ اس میں داخل ہونے کے بعد انسان کسی کام کا نہیں رہ جاتا ہے، صرف مرشد کی خدائی ہوتی ہے اور بس وہاں شریعت کو بے دخل کردیا جاتا ہے، مرشد کی زبان پر جو بات آئی وہ قانون بن گئی، کشف کے نام پر اس کے رازہائے سینہ پر خبر رکھنے کا خطرہ لگا رہتا ہے، اس کی خدائی کی یوں تکمیل ہوتی ہے کہ وہ سجدۂ تعظیمی کرواتا ہے، یہ سجدۂ تعظیمی صوفیاء کبار جیسے نظام الدین اولیاء تک کے لیے ہوتا تھا، فنافی الشیخ کے منازل طے کرنا ہی صوفی کی آخری منزل ہوتی ہے، اس کو جنت کی طمع اور جہنم کا خوف نہیں ہونا چاہئے۔ صرف پیر ومرشد کا عشق ومحبت اور اس کے حوالے

سے عشق الٰہی۔ ورنہ رابعہ بصریہ چراغ لے کر جنت وجہنم کو پھونک ڈالیں گی، نہ حسنات دنیا نہ حسنات آخرت، فقط وفقط ذاتِ شیخ میں فنا ہوجانا بالکل بدھ مت کے نروان جیسا۔

تصوف کے استبدادی نظریئے نے مرید کو جکڑنے کے لیے سلاسل تصوف کو ایجاد کیا، بیعت کی بندش اور قید بڑھی، عقیدہ وارادت کی زنجیروں میں اسے جکڑا گیا، خلعت خرقہ جبہ ودستار اور کھڑاؤں کا چندر چند اضافہ ہوا تاکہ ان کے اندر مرید کا دل ودماغ اٹک کررہ جائے، تسبیح عطا ہوتی ہے تاکہ اسی کی طرح عقیدت کے دھاگے میں مرید کا دل ودماغ پرو دیا جائے، مصلی ملتا ہے تاکہ شکن مصلی بن کررہ جائے غرض کہ مرید کی ذات وشخص کے عزم وارادہ خیال ورائے شعور وخرد کو کچلنے کا سارا سامان مہیا ہوجاتا ہے، مرید کو ذات کی نفی کے لیے بہت سے کام کرنے پڑتے ہیں اس کے لیے ایک پورا کورس ہوتا ہے قبروں پر چلہ کشی، مجاورت، مجاہدات، بھوک وپیاس کی شدت برداشت کرنا مریدوں کی خدمت کرنا مرشد کے برکات کا حصول وحفاظت اور احترام حتی کہ پیر کے نعلین کو سر پر رکھنا، ان کے جھوٹے سے برکات حاصل کرنا فردی تشخص کو کچلنے کے لیے تصوف میں بے شمار حربے ہیں۔

مرید حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کے بعد اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا، وہ دوسروں سے مل نہیں سکتا اور جو بھی تصوف کا کورس ہوچکا ہے وہ کیسا بھی ہو اسے پورا کرے، اتباع شیخ اور فنافی الشیخ میں اس کے لیے کامل ہونا لازمی ہے، فرض، عبادات کو شیخ کے لیے قربان کرنا لازمی ہے، وہ شیخ کی کسی حرکت کو شریعت کی کسوٹی پر تول نہیں سکتا ایسا کرنے سے وہ مردود ہوجاتا ہے، شیخ کی عقیدت ومحبت عبادات وفرائض سے بڑھ کر ہے، شیخ مرید کو بخشواتا اور مغفرت وامان کا پروانہ دیتا ہے، حلقہ ارادت میں داخل کرنے کے بعد عقیدت مند مرید کے گناہوں کو قلم بند ہونے سے روک دیتا ہے۔ پیر کے حکم سے فرشتے مرید کے اعمال شر کو بیس بیس سال تک قلم بند کرنا موقوف کردیتے ہیں۔

تجرد اختیار کرنا اس کے لیے ضروری قرار پایا، حقوق انسانی پیر کی خاطر پامال ہوئے،

رشتہ ٹوٹا، رشتہ داریاں پامال ہوئیں، ساری دنیا سے کٹ کر خانقاہ کا رنگ و روغن بننا مرید کا مقدر بن گیا، آل اولاد ہوں تو انھیں بھی مرید کو مرشد کی عقیدت کی راہ میں چھوڑنا پڑے گا، فقر و توکل کے ایسے معانی سکھائے جاتے ہیں کہ تہی دستی، دست نگری اور جنون اس کا مقدر بن جائے، جدوجہد اور محنت سے کنارہ کش ہو کر خوابوں کا شہزادہ بننا اس کا فرض بنتا ہے، بزرگوں کے کرامات ولایات اور مکاشفات پر جھومنا اس کو بھاتا ہے۔

دین کے نام پر تصوف کے اس استبداد اور استحصال کو انسانیت کی توہین اور تذلیل کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے، جس امت کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داریاں دی گئی جسے بار امانت سونپا گیا، انسانیت کی فلاح وصلاح کا جسے ضامن قرار دیا گیا، جسے انسانیت کی قیادت ملی، خانقاہوں میں پیروں کے ہاتھوں اس کی بربادی سب سے زیادہ تباہ کن بربادی ہے، مغربی تہذیب پر یہ اعتراض ہے کہ یورپ اس کے سہارے مسلم فیملی کو تباہ کر کے مسلمانوں کو تباہ کرنا چاہتا ہے لیکن تصوف کے بارے میں کیا کہا جائے گا کہ اس نے فرد کو تباہ کر کے گھر معاشرہ، ملت اور امت سب کو تباہ کر دیا ہے، پھر بھی تصوف کو روح دین کہا جاتا ہے، دنیا کی سب سے بڑی دولت انسانی صلاحیتیں ہیں انھیں تباہ کرنے کے بعد کیارہ جاتا ہے کہ جس سے تعمیر ارض ہو سکے، اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار میں تصوف کے ارتقاء اور اس کے اثرات کا ہمہ جہتی جائزہ بتائے گا کہ امت مسلمہ کے فکری ارتقاء کو تصوف نے کس طرح تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے، ساری انسانی توانائیاں جمود و تعطل کا شکار ہو کر رہ گئیں، بے شعوری کی ساری سنتیں تازہ کر دی گئیں، امت کے اندر جو ہر قابل کو تصوف کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا گیا، تصوف نے ملت کو فکری مفلوک الحالی دی، میدان حیات سے کھینچ کر گوشۂ عافیت میں ڈالا، عملی بگاڑ پیدا کیا، باطنیت کا پرچار کیا، توہم پرستی کو پروان چڑھایا، اور اسلام کے تفکر و تدبر اور حجت و براہین کے ہتھیاروں کو کند کر کے دیو مالائیت کو قبولیت کا درجہ دیا، صدیوں پوری ملت پر تصوف کا سایہ بلائے بے درماں بن کر مسلط رہا،

اور آج صورت حال یہ ہے کہ تصوف کے استبدادی نظریات اور اصولوں کے سبب امت مسلمہ دنیا کی کاہل، نکمّی، توہم پرست، اور قبر پرست قوم بن کر رہ گئی ہے، اس کی بے مقصد زندگی ہزاروں روگ کی آماجگاہ بن کر رہ گئی ہے، ضعف و کمزوری اس کا مقدر بن گیا ہے، صدیوں کا تغافل اور بے شعوری رنگ لائی ہے قوالیوں کے سر طبلوں کی تھاپ اور موسیقی کی نغمگیں پر سب سے زیادہ رقص کرنے والی امت مسلمہ ہے، تصوف نے امت مسلمہ کو مفلوک الحال اور خستہ کی انتہا تک پہنچا کر دریوزہ گر بنا دیا ہے، پھر بھی میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب انھیں سے دوا لینا ضروری ٹھہرا، انھیں سے فریاد ہے، ''بھر دو داتا میری جھولی'' کا راگ الاپا جاتا ہے، انھیں کی عقیدت و محبت میں نغمہ سرائی ہوتی ہے ''میرے دل کے ٹکڑے ہزار ہوئے کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا''۔

زہد فن نہیں ہے جسے مجاہدات مخترعہ سے حاصل کیا جاتا ہے، زہد و تقویٰ اتباعِ حق کی متعینہ راہوں پر چلنے سے حاصل ہوتا ہے، اور یہ خاصۂ حیات ہے ہر مسلمان کی زندگی کا بنیادی عنصر زہد ہے، تصوف کے مجاہدات سے جو حاصل کیا جاتا ہے وہ ناقص محدود اور قابلِ رحم زہد ہے جو کاہلی، دست نگری استکبار اور تنگیٔ فکر و نظر سکھاتا ہے، اس زہد اور ترکِ دنیا کا تعلق رہبانیت اور جوگ سے ہے اسلام کا زہد قرآن وحدیث کا مطلوب تقویٰ، خشیت صالحیت، انابت قناعت، اطاعت اور اتباع کی راہ سے حاصل ہوتا ہے جو آفاقیت، ہمہ جہتی اور وسعتِ فکر و نظر عطا کرتا ہے، تصوف کا زہد معرکۂ حیات میں ناکارہ ہوتا ہے یہ زہد جب زور پکڑتا ہے تو سکر و مستی لاتا ہے، رقص و سرود کی راہ پر ڈالتا ہے احوال و مواجید کی بدمستی پیدا کرتا ہے، احساسات کے درمیان جو حدود ہیں انھیں توڑ دیتا ہے اور ان کے معمول کے فنکشن کو غیر متوازی بناڈالتا ہے، ان کا وائزن صاف ستھرا نہیں رہ جاتا ہے متصوفانہ زہد کا جب زور ہوتا ہے تو انسان مالیخولیائی حملوں کا شکار ہو جاتا ہے، ایران توران کی باتیں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی احساسات اور فکر و نظر کو ایسا بنایا ہے کہ اگر دین کے مطابق ان

سے ذمہ داریاں پوری ہوں تو یہی شعور ومعرفت کا ذریعہ بن جاتے ہیں، طمانیت سکینت اور قرۃ عین حاصل ہوتی ہے، عائلی زندگی خیر متاع بن جاتی ہے کشادہ گھر، بہترین سواری قابل شکر اور قابل رشک نعمت بن جاتی ہے، اگر انسانی احساسات اور فکر ونظر کے لیے دینی رہنمائی نہ ہو تو یہی کرتب، چمتکار، جنون، تشطحات پراگندہ خوابی اور مالیخولیائی عوارض کا سبب بن جاتے ہیں، متصوفانہ مالیخولیائی اثرات اتنے بڑھتے ہیں کہ ''انا الحق، ما فی الجبة الا اللّٰہ اور لا الٰہ الاّ صوفی و مرشد رسول اللّٰہ'' زبانوں پر جاری ہو جاتا ہے، لباس اس کے لیے تہمت اور بے لباسی زینت بن جاتی ہے اور ہر شئی میں ذاتِ الٰہی اتر آتی ہے۔ غلو اور وہ بھی گاڑھا غلو سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ بنا دیتا ہے، غیر مشروع مجاہدات کا اثر ہی یہ ہوتا ہے کہ انسان مجنونانہ حرکتیں کرتا ہے، نامعقول باتیں کرتا ہے، شرعی حدود وقیود اٹھنے کے بعد شیطان کو بھی آسان راستہ مل جاتا ہے، مکاشفات، منامات، شطحیات، احوال ومواجید اور سرور میں دراصل شیطان کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے، تضلیل کے سارے راستے دراصل اس کے لیے بہت آسان ہوتے ہیں، رشد وہدایت کے نام پر اس کا کام بہت آسان ہو جاتا ہے، اس استبدادی نظام میں جہاں شریعت کو ساقط کر دیا جاتا ہے اور رجال الغیب کا تصور موجود ہوتا ہے ایسے ماحول میں شیطان کے الہام اور اسرار غیب وا کرنے کا کاروبار جم کر چمکتا ہے ہر صوفی صاحبِ ولایت اور کرامت بن جاتا ہے الہام وکشف کی اس پر بارش ہوتی ہے۔

اچنبھے کی بات یہ ہے کہ آج علماءِ دین وشریعت کے ماہرین بھی تصوف کے ''روئے زیبا'' کی تجلی سے مدہوش نظر آتے ہیں جس کامل اسلام پر ان کا ایمان ہے جس اسلامی تصورِ عبادت پر ان کا عقیدہ ہے اس کے ہوتے ہوئے اور اسے سمجھتے ہوئے بھی انھیں تصوف کے لیے عذر خواہی کرنی پڑتی ہے۔

تصوف کے سلسلے میں علماء کی شترگربگی دراصل اس کے استبدادی اثرات کے سبب

ہے یا اس کے چمتکار سے ان کی نگاہیں خیرہ ہیں، ورنہ اس کی تباہی کو دیکھتے ہوئے اس کے لیے دل میں نرم گوشہ بھی نہیں ہونا چاہئے۔ جس تصوف کے اندر دنیا کی ساری گمراہیاں سما جاتی ہیں اس کے اندر موجود اچھے برے کی تمیز کرنے کی کوشش ناروا ہے۔ جب تصوف نے اپنا دروازہ چوپٹ کھول دیا ہے اور اس کے تجربہ گاہ میں ہر فکر وعمل کو داخلہ مل سکتا ہے تو اچھے برے کی دہائی لگانا ہمارے لیے مناسب نہیں نہ ہمیں دروازہ کھولنے اور بند کرنے کا اختیار ہے۔ اگر تصوف کو کسی طرح قبولیت کا درجہ مل سکتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کامل اسلام کے تصورات غلط ہیں، اسلام کا تصورِ عبادت وانابت ناقص ہے نعوذ باللہ اسلام کا مطلوب تقویٰ وخشیت اسلامی عبادات سے حاصل نہیں ہو سکتا، اگر تصوف اسلامی ہو سکتا ہے تو شوشلزم کمیونزم اور ڈیموکریسی کے اسلامی ہونے پر کیوں اعتراض ہے، قومیت رقص، موسیقی کیوں اسلامی نہیں ہو سکتے، اسلامی سود، اسلامی شراب، اسلامی جوا کیوں نہیں ہو سکتا، تصوف کے اندر تمام خرابیوں کے باوجود اگر اسے اسلامی کہنے میں حرج نہیں محسوس کیا جاتا تو پھر ان تمام چیزوں کے اسلامی ہونے میں حرج کیوں محسوس ہو؟

کہا جاتا ہے کہ تصوف اور صوفیاء کے مسلم سماج پر اچھے اثرات مرتب ہوئے ہیں اس طرح کے خیالات کئی وجوہ سے قابل قبول نہیں ہیں۔

(۱) اگر صوفیاء کو اسلام سے دلچسپی تھی اور اسلام سے لگاؤ تھا تو ان کی ذمہ داری تھی کہ عوام کو اسلام کی تعلیم دیں، اگر ان کے دینی اثرات ہیں تو کیا انھیں تصوف کا نتیجہ مانا جائے۔ کیا ان صوفیا کے یہاں بے چارے اسلام کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ یہ اثرات اگر دینی ہیں تصوف کے خرافات نہیں ہیں تو کیوں کریڈٹ تصوف ہی کو ملے۔

(۲) حقیقت پسندی سے اگر دیکھا جائے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ صوفیاء کے اکثر اثرات منفی ہیں قبر کی پوجا صدیوں سے ہو رہی ہے۔ ذاتِ واحد اور رسولِ رحمت کی اتباع واطاعت بہت کم اور ان صوفیا کی اطاعت اور پرستش زیادہ ہوتی ہے۔ اکثریت ان کی

قبروں کی پوجا کرتی ہے اس کے اسباب کیا ہیں جہاں اس میں لوگوں کی گمراہیوں کو دخل ہے۔ صوفیا ان سے زیادہ ہی متہم گردانے جائیں گے یہ صوفیا ہی ہیں جنھوں نے سجدۂ تعظیمی کروایا، قبروں پر سجدۂ تحیت کروایا، ان کی مجاورت کروائی، مریدوں کو قبروں پر مراقبہ کرنے اور چلے کشی کرنے کا حکم دیا، شریعت کو ساقط کر کے اپنا حکم منوایا، تصرفات فی الکون کا جھوٹا مظاہرہ کیا، مرنے کے بعد ان کی روحیں آ کر مریدوں کو احکام سناتی رہیں، ان کی بگڑی بناتی رہیں، عالم برزخ سے نکل کر ان کے لیے بروز وظہور کا ناٹک کیا ان کی مغفرت کی شفاعت کی، فرشتوں کو ان کا گناہ قلم بند کرنے سے روک دیا، رجال الغیب کا عقیدہ دے کر کائنات میں ساری فرمانروائی کا نظام اپنے ہاتھ میں لے لیا، شطحات کے نام سے کونین کی ملکیت کا دعویٰ۔ یہ سب کر کے کیا ان صوفیا کی ذات ربوبیت کے اوصاف سے متصف نہ ہوگئی؟ کیا وہ خلق خدا کے لیے داتا نہیں بن گئے؟ اگر یہ سب ہے تو یہی کہا جائے گا کہ ان کی ذات فتنہ بن گئی اور وہی قبر پرستی کی جڑ اور بنیاد بن گئے، ایک موحد اور حق پرست بن کر رہنے سے شرک پرستی کی جڑیں کٹ جاتی ہیں لیکن راہِ صواب سے ہٹنے کے بعد تباہیاں ہی تباہیاں ہیں، آج حکومتی سطح پر ان صوفیا کے مزاروں پر عرس لگتا ہے لاکھوں لوگ حج اور زیارت کے نام پر ان کا شدرحال کرتے ہیں، ہمہ آن وحدت الٰہی کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور وہ تمام اعمال انجام پاتے ہیں جو اللہ کے لیے خاص ہیں، کیا یہی ان صوفیاء کے اثرات ہیں انھوں نے اسلام کو بت کدۂ ہند میں ہندوانہ بت پرستی کے ہم آغوش کر دیا۔

(۳) بات اصولی ہونی چاہئے اگر اصولی طور پر افکار و نظریات غلط ہیں تو وہ غلط ہیں، کسی بنا پر ان کی تعریف نہیں کی جاسکتی نہ اس کی توثیق کی جاسکتی ہے، شراب کے بارے میں اللہ پاک نے فرمایا کہ اس کی مضرت اس کی منفعت سے زیادہ ہے لیکن حرمت کا حکم لگا اور اسے ام الخبائث قرار دیا گیا، ہر چیز کے اندر کسی پہلو سے کوئی خیر ضرور ہوتا ہے، لیکن اس پر حکم اصولی بنیاد پر لگتا ہے علت نظر میں ہوتی ہے یا مضرت کا پہلو غالب ہوتا ہے، تصوف

کے مسائل مجاہدات رسوم اور افکار کو دیکھتے ہوئے اسے دینی نہیں کہا جاسکتا، اصولی بنیادی طور پر وہ آوٹ رائٹ قابل رد ہے، اہل سنت اصولی بنیاد پر تمام فرق باطنہ کو باطل اور گمراہ قرار دیتے ہیں، حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو اندازہ ہوگا کہ تمام فرق ضالہ کی گمراہیاں ایک طرف اور تصوف کی گمراہیاں دوسری طرف پھر بھی تصوف کی گمراہیوں کا پلہ بھاری ہوگا۔ حجم نوعیت اور کیفیت ہر اعتبار سے۔ جب صورتِ حال یہ ہے تو پھر کیوں تصوف کے ساتھ رواداری اور دل داری اور فرقِ باطلہ کے ساتھ عدم رواداری، آخر یہ دہرا معیار کیوں؟

اساطین اسلام کے ساتھ اگر تصوف کا نام لگا ہے اور ان کی دعوت وعزیمت کی داستان حریت ہے تو یہ تصوف کا کمال نہیں یہ تصوف کے برخلاف اسلام کا کمال ہے، اگر تصوف کا کمال ہوتا تو ان اساطین کا نام بھی کسی کو معلوم نہ ہوتا صرف ان کی قبریں پرستش ہی کے لیے ہوتیں اور بس۔

تصوف کا طریقہ کار اور ہدف کی تشریح اہل تصوف کی مستند تعلیمات کی روشنی میں ہوتی ہے۔ تصوف کے نام پر اس وقت یا پہلے بھی جو سیاست ہوتی تھی یا ہوتی ہے یا جس سے فقط اکتساب زر ہوتا ہے، ہوس کی آگ بجھائی جاتی ہے یہاں اس کا ذکر ہی نہیں۔

تصوف محاسبی کی ہو یا جنید کی، رابعہ بصریہ کی ہو یا عبدالقادر جیلانی کی، قشیری کی ہو یا غزالی کی، ابن عربی کی ہو یا مولانا روم کی، کل کا کل داغ دار ہے۔

اور اگر تصوف کے نام پر موجود ساری تحریروں کو استنادی درجہ دینا ہوگا تو کسی کے ساتھ ترجیح اور عدم ترجیح کا برتاؤ نہیں کیا جاسکتا ہے اس لیے تصوف کل کا کل روحانی تجربہ ہے اذواق ومواجید اس کے مصادر ہیں۔ ایسی صورت میں تصوف کو کسی ضابطہ اور دلیل کا پابند نہیں کیا جاسکتا۔ تصوف کل کا کل بے ضابطہ اور بے دلیل ہے اس کے لیے ضابطے اور دلیل کی بات محض ہوس پرستی ہے۔ ایک ہوس کو دلیل کی بندھنوں میں باندھنا سب سے بڑی ہوس پرستی ہے۔

اس طرح مختلف زبانوں میں تصوف پر موجود تحریریں کل کی کل منہجی اعتبار سے ایک جیسی ہیں اور کل کا ھدف اور مقصد ایک ہی ہے، ایسی صورت میں تصوف دنیا کا سب سے زیادہ غلیظ عنوان ہے اور اس عنوان کے تحت دنیا کی ہر ضلالت گمراہی پاگل پن اور ہوسناکی آسکتی ہے۔

اس کے دفاع میں جو بھی کہا جائے وہ محض ایک عذر گناہ ہے۔ جو گناہ سے بھی بدتر ہے۔ جو لوگ اس میں ملوث تھے اور ہیں چاہے وہ کتنی بھی عظیم شخصیت ہو تصوف اگر ان کا ایمان عقیدہ اور عمل تھا اور اس کو ان کے نزدیک دینی ترجیح کی حیثیت حاصل تھی، بہر حال ان کا عقیدہ وعمل بلا حجت وبرہان تھا۔

فصل سوم

تصوف بے ضابطگی کا شاہکار

تصوف کے متعلق کتنا بھی اصرار کیا جائے کہ وہ ایک مدون اور منضبط علم ہے اور اس کا سلسلہ حضرت آدم سے ملایا جائے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے مدون اور منضبط ثابت نہیں کیا جا سکتا، اس کے انضباط کے جتنے بھی دلائل دیئے جائیں وہ دلائل نہیں بن سکتے انھیں عذرِ لنگ کہنا ہی بہتر ہوگا، اگر اسے منضبط مان لیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تصوف آج جو کچھ اور جیسا کچھ ہے اور سارے عالم میں اس کے نام پر افکار واعمال کی دنیا آباد ہے ان سب کے لیے کم از کم بنیادی مشترک اصول ہونا چاہئے، لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ ہر ملک ہر شہر بلکہ ہر صوفی ہر خانقاہ کے اپنے الگ اصول ضابطے تجربات اور جذبات ہیں اور ہر ایک کی اپنی الگ فکری دنیا ہے، یہ بات اس وقت سامنے آتی ہے جب تصوف کے وسیع دائرے اور اس کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں۔ اسے دیکھتے ہوئے کوئی اسے منضبط علم کہنے کا یارا نہیں رکھ سکتا، تاویلات کے سہارے دل کو منانے کی کوشش کی جائے یہ دوسری بات ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ اسے منضبط کیا بھی نہیں جا سکتا، تصوف کی بنیاد دلائل اصول اور حقائق نہیں ہیں، نہ عقل وخرد کا اس پر پہرہ ہے، تصوف ایک آزاد عمل ہے جو جذبات کے سہارے پروان چڑھتا ہے اور پھلتا پھولتا ہے۔ راہِ سلوک کے فتوحات اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ انھیں ضبطِ تحریر میں لانا مشکل ہے۔ ہمہ وقت اس کی راہیں پھیلتی اور بڑھتی رہتی ہیں۔

اس کے برعکس دین کا معاملہ ہے، دین کا ہر مسئلہ واضح مدلل اور متعین ہے اور بنیادی مسائل توقیفی ہیں، وہاں تجربات اور جذبات کی کسی بھی مسئلے میں مداخلت کی ادنیٰ گنجائش نہیں ہے، دونوں کے انداز وطریقِ کار میں زمین وآسمان کا فرق ہے، دین سراسر پابندی اور قدم قدم پر رہنمائی کی بات بتاتا ہے اس کے متعین خطوط ہوتے ہیں، تصوف جذبات کی لہریں اٹھاتا ہے اور یہاں تجربات، ملفوظات سکر ومستی اور حال ووجد کا ایک ہنگامہ ہے جو نہ کسی قید کا پابند ہے نہ ضابطے کا۔

تصوف کی ہنگامہ پسندی، بے ضابطگی اور اوہام وایہام کا اگر مطالعہ کیا جائے تو ایک دل چسپ نتیجہ سامنے آئے گا، ہندوستان میں یہ تجرباتی مطالعہ ہوسکتا ہے کسی ایک خانقاہ کو لے لیا جائے مثال کے طور پر نظامی سلسلہ کو، اس کا تاریخی جائزہ اگر لیا جائے تو یقینی طور پر جو تجربہ سامنے آئے گا وہ حیران کن ہوگا، نظام وضابطہ سے آزاد یہ خانقاہی نظام گفتار وکردار میں نہ معلوم کتنے انداز واطوار اور چولے بدل چکا ہوگا، بے شمار تجرباتی مراحل سے گزر چکا ہوگا، حال وبدحالی کی ان گنت داستانیں مرتب ہوگئی ہوں گی کشف وکرامات کے نام پر مرقع سیاہ ہوگئے ہوں گے۔

جس فلسفے وخیال کے ماننے والے لباس کو ننگ وعار بناڈالتے ہیں اور لباس سے آزادی انھیں راس آتی ہے، جو گفتار میں حریت کردار میں آزادی پسند کرتے ہیں اور روش آزاد مسلکِ خویش مانتے ہیں انھیں پابند شریعت اور ضابطہ پسند بنانے کی کوشش کرنا جبر وزیادتی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

تصوف کو روح دین بنا کر پیش کرنا، زبردستی ان کے لیے دلائل فراہم کرنا اور حدود وقیود کا پابند بنانا ایک ناروا کوشش ہے، وحدۃ الوجود، تصورِ شیخ، مراقبہ، فنافی الشیخ، چلہ مجاورت قبور، ولایت، ختم ولایت، ارادت، کشف وکرامات، شطحات، علم باطن، رجال الغیب، اسقاط الوسائل رفع شریعت، سکر ومستی، وجد وحال، سجدۂ تعظیمی، سجدۂ تحیت مصطلحات دینیہ

واجبہ کی من مانی تاویل، بیعت اور اس کے لوازمات وغیرہ وغیرہ ایسے مسائل ہیں جنھیں ہر سلسلۂ تصوف میں تقریباً تسلیم کیا جاتا ہے اعیانِ صوفیاء کے نزدیک یہ امور مسلمہ مہمہ میں شمار ہوتے ہیں، ان کی اہمیت کا کوئی صوفی انکار نہیں کرسکتا، یہ مسائل جب اساسی مسائلِ تصوف سمجھے جاتے ہیں تو خود بخود یہ حقیقت عیاں ہوجاتی ہے کہ صوفیاء کے نزدیک قرآن وسنت کے اساسی مسائل ہی مردود ٹھہریں گے، جب قرآن وحدیث کی قید عملی طور پر اٹھ گئی مسئلہ صرف ذوقی رہ گیا۔ اسی ذوق جذبہ اور شخصی تجربات کی بنیاد پر تصوف کو پروان چڑھایا گیا جن کے سبب مذکورہ مسائل اساس تصوف قرار پائے یہیں سے یہ مسئلہ خود بخود حل ہوگیا کہ تصوف کے لیے نہ کوئی حد ہے نہ ضابطہ نہ قید وبند یہ مسائل جنھیں اساس تصوف سمجھا جاتا ہے، اگر روح دین ہیں جیسا کہ تصوف کے لیے کہا جاتا ہے تو پھر کون سی گمراہی ایسی ہے جسے دین کا رنگ نہیں مل سکتا ہے، شرک، الحاد، زندقہ، فسق وفجور بدعات وخرافات، مشاغل حیات اور خود زندگی کو کھلواڑ سمجھنا، سارے اسلامی تصورات کو خاطر میں نہ لانا سب کچھ دائرہ دین بلکہ روح دین میں داخل ہوجائیں گے۔

وحدۃ الوجود کو تسلیم کرنے کے بعد کون سی ہندو دیو مالائیت ہے جو قابل قبول نہیں ہوسکتی، بت پرستی اور مظاہر پرستی کی وہ کون سی شکل ہے جسے انسانی ذہن نے جنم دیا ہے وہ روح دین نہیں بن سکتی، نظریہ وحدۃ الوجود اور جتنے کنکر اتنے شنکر میں کیا فرق رہ جاتا ہے، یہی نہیں رب اور الٰہ کا عقیدہ ایسا پامال ہوتا ہے کہ ایمان بالغیب کا عقیدہ ہی باطل ٹھہرتا ہے، رب پاک کی جلالت، عظمت، مخلوقات سے عدم تشابہ کے معانی باطل ہوجاتے ہیں، وحدۃ الوجود اور وجودی فلسفہ، اس دور کے مادہ پرست فرانسیسی فلسفہ کے درمیان یگانگت قائم ہوجاتی ہے، غیبی حقائق کو نہ ماننا یا ان پر قانع نہ ہونا ہمیشہ انسان کی کمزوری رہی ہے بت پرستی حقائق غیب پر قانع نہ ہونے کا ہی نتیجہ ہے، بدھ ازم کے تصور حاضر اور انکار غیب اور وحدت الوجود میں پوری مماثلت موجود ہے۔

ہندوستان کی تاریخ تصوف پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابن عربی کے نظریات اور اس کی تصنیفات جامی اور مولانا روم کے خیالات جو انتہا پسندانہ وحدۃ الوجودی نظریئے کے حامل ہیں تسلسل کے ساتھ قبولیت عزت، احترام اور تقدس کی نظروں سے دیکھے گئے، سید عبد الحئی لکھنوی کی ثقافۃ الہند کی ایک سرسری جھلک اور نزہۃ الخواطر کے مطالعہ سے ان کی قبولیت کا اندازہ ہوسکتا ہے، دیوبند کا حلقہ ہو یا بریلی کا ابن عربی، مولانا روم اور جامی نظریاتی حیثیت سے ان کے ہیرو ہیں ان کے نظریات ان کے دل ودماغ میں پیوست ہو چکے ہیں۔

تصورِ شیخ، مراقبہ، مجاورت اور فنافی الشیخ کی راہوں سے شرک کو روح اسلام میں داخل کرلیا گیا ہے، اخلاص، نیک نیتی، اطاعت اور محبتِ الٰہی کا ان مسائل کے ذریعہ خاتمہ کردیا گیا، مشرکین عرب میں اصنام پرستی موجود تھی ان کی دلیل تھی'' وما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی '' یہی عذر بت کدۂ ہند میں مشرکوں کا ہے ان کا خیال ہے کہ جب سامنے حقیقت کبریٰ کی مادی علامتیں ہوتی ہیں دھیان گیان میں کمال پیدا ہوتا ہے اور راہِ سلوک طے ہوجاتے ہیں، ٹھیک یہی تصور تصورِ شیخ مجاورت قبور اور مراقبہ کا ہے اسلام نے جس کا پہلا سبق ہی کلمۂ توحید ہے مسائل تصوف نے اس کی جڑ کاٹ دی ہے۔

فنافی الشیخ کی تھیوری بدھ ازم کے عقیدہ نروان سے جاملتی ہے، وہاں بھی کارساز حقیقی میں فنا ہوجانا ہی حقیقت میں انسان کی معراج ہے سالک حقیقت ابدی میں فنا ہوکر نروان حاصل کرلیتا ہے، یہی انسانی زندگی کی آخری منزل ہے اور وجودِ انسانی وہیں ختم ہوجاتا ہے۔

ابن عربی کی ولایت اور ختم ولایت کے فلسفے کو تسلیم کرنے کے بعد نبوت اور رسالت ایک عام مسئلہ بن کررہ جاتی ہے، اس سے نبوت اور رسالت کی اہمیت ہی ختم ہوجاتی ہے جو درجہ خاتمِ ولایت کو حاصل ہے وہ خاتم النبیین کو بھی حاصل نہیں، دوسرے صوفیانہ نظریات نے توحید وعبادت کو پامال کیا، ولایت اور ختمِ ولایت نے نبوت اور رسالت کو مہمل اور غیر

ضروری قرار دے دیا، غیر آسمانی مذاہب جن کے لیے رسالت ونبوت ناقابل فہم امور ہیں انھیں ان مسائل سے ہمیشہ نفرت اور بعد رہا، ابن عربی نے ان کا مسئلہ آسان کردیا، مقام نبوت کو نظرانداز کرکے مقام بشریت اور روحانی تجربات کو برتری عطا کی، سلسلۂ ہدایات کو ناقابل اعتبار بناکر محض روحانی تجربات کو ہدایت کا ذریعہ قرار دیا۔

اسقاط شریعت تصوف کی بارگاہ میں ایک بنیادی مسئلہ ہے کہیں شریعت وطریقت کی الگ الگ راہیں متعین کرکے شریعت کو نظرانداز کیا گیا، کہیں وجد سکر اور حال نے شریعت سے آزادی لے لی، کبھی معراج روحانیت نے دین وشریعت کو درخور اعتنانہ سمجھا، راہِ سلوک کی اسے رکاوٹ مان کر ٹال دیا گیا، ہرصوفی خواہ کتنا ہی مستند ہو اس کے اوپر ایسے لمحات آتے ہیں جن میں وہ اپنے آپ کو شریعت سے آزاد سمجھتا ہے بلکہ شریعت کی تحقیر بھی کرڈالتا ہے، ایک غیر جانب دار عالم جسے اسلام کا صحیح علم حاصل ہے اگر صوفیا کے حالات کا جائزہ لے تو مشکل سے اسے کوئی صوفی ملے گا جس نے زندگی میں کہیں نا کہیں کبھی نہ کبھی شریعت سے بے اعتنائی نہ کی ہو یا شریعت کی تحقیر سے باز رہا ہو۔

اپنے مدعا کو بیان کرنے کے لیے یہاں مثالیں دینی مقصود تھیں، مسائل کا جائزہ اور استقصاء مقصود نہ تھا، ان چند مثالوں سے اندازہ لگ سکتا ہے کہ تصوف غیر منضبط اور غیر مدون ہے اپنی ماہیت کے اعتبار سے غیر منضبط ہے اور موضوع کے اعتبار سے بھی، نیز معانی ومفاہیم کے اعتبار سے بھی، تصوف کے موضوعات کل کچھ اور تھے اور آج کچھ اور ہیں، اساسیات کل کچھ اور تھے آج کچھ اور ہیں، معانی ومفاہیم کل اور تھے آج اور ہیں، ایک خانقاہ میں تصوف ایک رنگ رکھتا ہے، دوسری خانقاہ میں دوسرا، ہر ملک ہر شہر میں اس کا انداز جدا جدا ہے ہندوستان کے طرق تصوف کے بالمقابل عرب اور افریقی ممالک کے مراسم تصوف وطرق بالکل جدا ہیں ماوراء النہر اور ترکی کے طرق ومراسم الگ ہیں، ہندوستان میں شاذلی رفاعی اور تیجانی سلسلے کو اس وقت مشکل سے کوئی جانتا یا مانتا ہوگا اور

ان کے مراسم سے مشکل سے کسی کو آگاہی ہوگی۔

طرق تصوف کی بھی تعدید وتحدید مشکل ہے پروفیسر آر بری نے ایک ہزار طرق تصوف کا احصاء کیا ہے لیکن یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ طرق تصوف کا احصاء ناممکن ہے، یہ بات بے اساس نہیں ہے ایک صوفی اپنا سلسلہ چلاتا ہے پھر اس کے مریدین کا سلسلہ چل پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں سلسلوں کی پیداوار میں تسلسل قائم رہتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کچھ تاریخ میں ریکارڈ ہو جائیں اور بہت کچھ ریکارڈ ہونے سے بچے رہیں۔

انضباط اور تدوین کی بات آتی ہے تو یہ مسئلہ اٹھتا ہے کہ جب تصوف میں بنیاد ذوق ذاتی رجحانات، وجد وحال روحانی تجربات، ریاضت کشف وکرامت اور فنافی الشیخ وغیرہ مسائل ہیں تو پھر اس کی حد بندی کیسے ہو سکتی ہے، میرے خیال میں جو لوگ اسے انضباط اور نظم کا پیراہن پہنانا چاہتے ہیں وہ سکر ومستی کی دنیا میں رہنے والوں کو بیڑیاں پہنانا چاہتے ہیں، تصوف ایک عالم جذبات وتجربات ہے اسے کتابوں کے حوالے سے دائرۂ ضبط میں نہیں لایا جا سکتا، کتابوں کے حوالے سے چند جھلکیاں ہی مل سکتی ہیں، ذوق حال وجد روحانی تجربات اور ذہنی رویہ جو افراد کے مطابق تنوع کا مظہر ہوتے ہیں یہ مظاہر آزادروش کی آئینہ داری کرتے ہیں، جب صوفی مراحل ومنازل تصوف سے گزرتا ہے تو اسے حد بندی قطعا اس نہیں آسکتی، حد بندی کا مطلب ہے مراحل طے نہ ہوں، پہلے ہی قدم پر وہ سمٹ کر بیٹھ جائے۔

زہد، صبر، توکل، فقر، عفاف، استغنا، صدق وصفا، استقامت اور شکر ورضا دینی اصطلاحات ہیں تصوف کی بے ضابطگی نے انھیں بھی نہ بخشا انھیں اپنے حصار معانی سے نکال کر تصوف کا پیراہن دیکر کچھ کا کچھ بنا دیا، اسلام کے ارکان اربعہ اور ان کے اندر موجود اصطلاحات کو تصوف نے صحیح اسلامی مفہوم سے برہنہ کر کے رکھ دیا ہے۔

علم باطن اور تفسیر اشاری کے نام پر آیات واحادیث کی ایسی تحریف کی گئی ہے کہ فرق باطنہ اور گمراہ طوائف ان کے سامنے بونے نظر آتے ہیں، آیات قرآنیہ اور ذخیرۂ احادیث

کے مقابلے میں ان صوفیا کے ملفوظات زیادہ اہمیت رکھتے ہیں تصوف کی بارگاہ میں انھیں وحی کا درجہ مل گیا ہے، ہر ریاضیاتی کاروبار میں انھیں ملفوظات ہی کا بنیادی رول نظر آتا ہے، قرآن وسنت کی انھیں بہت کم حاجت ہوتی ہے، حتی کہ زہاد وصوفیاء کے قصے بھی قرآن وحدیث سے زیادہ قوم کی نگاہ میں اہمیت رکھتے ہیں۔

جن صوفیاء کا نام معتبر اصحابِ تصوف میں شمار ہوتا ہے انھیں بھی تصوف کے فکر وفلسفہ اور ریاضت کے خارزار سے لہولہان ہوکر گزرنا پڑتا ہے، پھر ہم کیا امید رکھ سکتے ہیں متاخرین صوفیا سے، یہی وجہ ہے کہ ذوق ووجدان کی شخصی راہوں سے تجربہ گاہ تصوف میں افکار وعمل کی وہ لالہ زاری ہوتی ہے کہ ہر گل را رنگ وبوئے دیگر ست، تصوف کی رنگا رنگی وارتقاء پذیری نے قید وبند کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں حالاں کہ مقصدِ تصوف اور موضوع کے اعتبار سے تصوف کے لیے صرف شریعت کی توقیفی راہ اپنانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

تصوف کا دین ملفوظات ہیں، شیخ اور مرشد کی زبان سے جو نکل جائے تصوف کی روحانی دنیا میں اس کا درجہ وحی سے کم نہیں ہوتا۔ وحی الٰہی نظر انداز ہو سکتا ہے لیکن شیخ کا فرمایا ہوا دل ودماغ میں بس جاتا ہے۔

شیخ اپنی محفل میں مریدوں کی تربیت کے لیے جو کچھ فرماتا ہے اور جو کچھ اس کی زبان سے نکلتا ہے وہ ملفوظات ہیں۔ ہر شیخ کے ملفوظات ہیں کچھ تحریر میں آگئے ہیں اور اکثر تحریر میں نہیں آسکے۔ وہ صوفیا کے دلوں میں آباد ہوکر رہ گئے ہیں۔

ہندوستانی صوفیاء میں نظام الدین اولیاء کے فارسی ملفوظات بہت مشہور ہیں فوائد الفواد کے نام سے، فارسی اور اس کا اردو ترجمہ دونوں مطبوع ہیں۔ اور موجودہ پریس کے دور میں تو ملفوظات کا طومار ہے ہر ایرے غیرے کے ملفوظات چھپے ہیں۔

ان کے ملفوظات کیا دینی حیثیت رکھتے ہیں؟ دراصل اکثر ملفوظات نفس ناطقہ کے ترجمان ہوتے ہیں کیوں کہ ان کا صدور نفس ناطقہ سے ہوتا ہے ان میں وہی بے ضابطگی

ہوتی ہے جو تصوف کا طرۂ امتیاز ہے۔

تصوف کا دعویٰ تجرد عن الذات سے شروع ہوا اور اب تجرد عن اللباس تک پہونچ گیا ہے، خانقاہوں صوفیاء کے مزاروں پر اس کا دل دوز منظر نظر آتا ہے اور صوفیاء کے عرس کی تقریب تو اب ''نتھ اترائی'' کی تقریب بن گئی، اور انھیں سیاسی پہونچ بنانے کا ذریعہ بھی بنالیا گیا ہے۔ ایسے موقعوں پر رقص وسرود کی محفلیں جمتی ہیں شراب وکباب کی بات ہوتی ہے اور ہوس کی پیاس بجھانے کے لیے شاہدوں اور حسیناؤں کی قطار بھی ہوتی ہے۔ تصوف نے توحید وسنت کو لوٹا ہی تھا طبعی واخلاقی خصائص بھی لٹ گئے، تصوف ارتکاب جرائم کا لائسنس بن گیا ہے۔

فصل چہارم

تصوف بے ضابطگی کا شکار

ابتدا میں تصوف نے انتہا پسندی کی لائن اپنائی پھر غلو پسند مزاج نے پر پرزے نکالے اور آگے بڑھا۔ صفائی نفس، تزکیۂ باطن، تجرد عن الدنیا اور انکار ذات، مقصدِ حیات ٹھہرا، پھر گام بہ گام اسکی الگ پہچان بنتی گئی، مراسم طے ہونے لگے، طرز بود طرزِ خورد ونوش طے ہوئے لباس وہیئت، انداز نشست وبرخاست متعین ہوئے، ریاضت کی صورتیں ایجاد ہوتی گئیں، افکار ونظریات کی درآمد ہوئی، راہبانہ روش اپنائی گئی، حال وقال ذوق ووجد سکر ومستی، کشف وکرامات کے ڈرامے رچائے جانے لگے، جبہ ودستار کی علامتیں طے ہوئیں سلاسل ایجاد ہوئے، القاب وخطابات اور ٹائٹل عطا ہونے لگے، رقص وسرود کی محفلیں جمنے لگیں فنافی الشیخ، مراقبہ مجاورتِ قبور، سجدۂ تعظیمی وسجدۂ تحیت ایجاد ہوئے، اور اوراد وظائف کا بازار گرم ہوا، جلوۂ الٰہی کی تلاش امرد کے چہرۂ نمکین میں ہونے لگی، لباس اور بے لباسی کے مسئلے اٹھنے لگے، تعلی واستکبار کے نعرے لگے، ملفوظات کو قصص وافسانوں کو شریعت کا درجہ ملنے لگا، شیخ کا حکم شریعت سے بڑھ کر ہو گیا، علم باطن اور تفسیر اشاری کو رواج دیا گیا، اور اس طرح علمی طور پر تحریف کا رومابار جم کر ہوا، اسقاط الوسائط رجال الغیب کی بنیاد رکھی گئی، رب کائنات کے بجائے بناؤ بگاڑ اور نفع ونقصان کا اولیاء تصوف کو مالک بنادیا گیا، ہر ہر پل ان کے تصرفات کا کارخانہ چلنے لگا، خود یہ لوگ اللہ کے مقابل کھڑے ہوگئے

"انا الحق، ما فی الجبة الا اللہ" کی صدائیں بلند ہوئیں، ان کی بڑائی نے ایسی شہرت پائی کہ رب کائنات کی ضرورت ہی نہیں رہی، تمام مسائل کا حل اعتابِ اولیاء وصوفیاء بن گئے، کشف الغمہ انھیں سے متحقق ہونے لگا، خلق الٰہی کی ساری احتیاجات پوری کرنے کے لیے وہی ذمہ دار بن گئے، ان کا غضب ہلاکت اور تباہی کا موجب بن گیا اور ان کی خوشی فوز وکامرانی کا ذریعہ ٹھہری۔

تصوف کا وہ سفر جو تجرد عن الدنیا اور زہد وعبادت سے شروع ہوا تھا اب اس مرحلے میں داخل ہے کہ خانقاہیں بے شرمی بے حیائی اور کاروبار لذت کا گہوارہ بن گئی ہیں، ہر فکری اور عملی انتہاء پسندی کا انجام ہمیشہ برا رہا ہے تصوف کی انتہا پسندی شرک، تحریفِ کتاب وسنت، توہین شریعت، قبر پرستی، استبداد اور بے شرمی پر منتج ہوئی ہے، اس کا منطقی نتیجہ یہی ہونا چاہئے تھا جو ہوا۔

وہ صوفیاء جنھوں نے زندگی بھر اپنی ولایت اور کرامت کا تماشہ دکھایا کشف وشطحات کا بازار گرم رکھا ان کی قبر گاہیں، عقیدت گاہ خلق بن گئیں، جبین نیاز کے تڑپتے سجدوں کو انھیں مزاروں پر سکون مل رہا ہے، ان کے لیے شد رحال ہو رہا ہے مناسک حج ادا ہو رہے ہیں، سجدہ وطواف رکوع وقیام سے انھیں زینت بخشی جا رہی ہے، نذر ونیاز کے چڑھاوے چڑھائے جا رہے ہیں، قربانی کے رسوم ادا ہو رہے ہیں، عرس وقوالی کی محفلیں سج رہی ہیں، جیب کٹتے ہیں، مرادیں پوری ہو رہی ہیں، نذرانے وصول ہو رہے ہیں عفو ومغفرت اور رحمت عام کا در کھلا ہوا ہے، مجاوروں اور خلفاء کی کھیپ کی کھیپ تیار ہو رہی ہے جنھیں حکومتِ وقت ووٹ بٹورنے کے لیے استعمال کرتی ہے اور نذرانہ عقیدت بھی وصول کرتی ہے۔

تصوف کے روح دین نے بڑا اچھا اثر کیا ہے امت کے عقیدہ وعمل پر۔ بویا پیڑ ببول کا آم کہاں سے ہوئے۔ پھر بھی دانشورانِ ملت تصوف کا طبلہ بجاتے پھرتے ہیں اور

"ربانیہ لا رہبانیہ" جیسی فریب دینے والی کتابیں تحریر کرتے ہیں اللہ ملت کے دانشوروں کے حال پر اللہ رحم فرمائے۔

اس گمراہی بے ضابطگی اور مضرات کے باوجود امتِ مسلمہ کی اکثریت کسی نہ کسی ناحیہ سے اس دین کے محاذی تصوف کے زلف گرہ گیر کی اسیر ہے۔ اور صورتِ حال یہ ہے کہ مساجد سے زیادہ مقابر آباد ہیں، کعبہ سے زیادہ لوگ صوفیاء کے مزاروں کا حج کرتے ہیں اللہ سے زیادہ اصحابِ مقابر سے فریاد کی جاتی ہے، بدحال اور خستہ حال قوم کے زندوں کو وہ نہیں ملتا جو ان مردوں کو مل رہا ہے۔

تصوف پر کام کرنے والوں کو چاہئے کہ کتابوں کی دنیا سے نکل کر صوفیاء کی زندگی کا جائزہ لیں، مزاروں اور خانقاہوں کا چکر لگائیں، پھر تصوف کی تعیین اور تحدید کر سکیں تو کریں اگر متقدمین کو یہ اجازت تھی کہ بلا کسی شرعی دلیل توہمات کی بنیاد پر تصوف کی دیوار کھڑی کر سکتے تھے، من پسند افکار ونظریات درآمد کر سکتے تھے، سجدۂ تعظیمی اور سجدۂ تحیت کرا سکتے تھے، قرآن وسنت کی من مانی تاویل کر سکتے تھے، فنا فی الشیخ، تصور شیخ، ارادت اور مراقبہ کے نام پر اپنی پوجا کروا سکتے تھے، علم باطن وطریقت، شریعت کے مد مقابل اختراع کر سکتے تھے، اور اوراد ووظائف اور مجاہدات کے نام پر سیکڑوں منکرات کا ارتکاب کر سکتے تھے، امرد پرستی کو قبولیت کا درجہ دے سکتے تھے، رقص وغنا کی محفلیں جما سکتے تھے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج کی مادیت کے دور میں تکایا زوایا اور خانقاہوں میں مزاروں اور قبروں کے سائے میں رہنے والوں کے لیے یہ اجازت نہ ہو کہ وہ بھانگ اور چرس پی سکیں اور اپنے حریم میں مریدوں کی حسین دوشیزاؤں کو رکھ سکیں۔ تصوف کی بے قید توسع پذیری اور تنوع کا یہی تقاضا ہے اگر ان پر اعتراض ہے تو پہلے سوچنا تھا اور اب بھی سوچنا چاہئے کہ ببول کیوں بویا گیا، بویا تو کانٹے کے سوا پھول کی امید کیوں کی جائے۔

خلاصہ یہ کہ تصوف میں اصول ہیں نہ دلائل کی ضرورت ہے نہ سلاسل تصوف کی حد

ہے، اور ہر ایک سلسلہ دوسرے میں گڈمڈ بھی ہے "ہر کہ آمد عمارت نو ساخت" نہ تجربات ومواجید پر قدغن ہے نہ اساسی مسائل کی واضح اور غیر متنوع توصیف وتعریف۔ تصوف کے نقار خانے میں ہر آواز ہر عمل ہر نظریۂ فکر کو قبولیت حاصل ہے، اور قبولیتِ عامہ کا دروازہ ہر دور کے لیے کھلا ہوا ہے۔

آج تصوف کی وہ نظریاتی وعملی شکل جسے برصغیر میں مستند مانا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ تھوڑے بہت فرق کے ساتھ سب کچھ اس میں موجود ہے، اور باہم یکسانیت بھی ہے یہ مقدس گروہ صوفیاء بھی مریدوں کے نذرانوں پر شاہی ٹھاٹ سے زندگی گزارتا ہے اور استعباد خلق کا منظر پیش کرتا ہے، تصورِ شیخ، فنا فی الشیخ، مراقبہ، مجاورت اعتکاف علی القبور، وحدت الوجود، مشاہدۂ حق، کشف وکرامت، ولایت، وجد وحال، مردوں کی روحوں سے ملاقات، عولصیات مسائل کا ان سے حل چاہنا، منامات کو الہام ووحی کا درجہ دینا، بدعات ومنکرات کو رواج دینا، قصص واہیہ پر جھومنا، موضوعات کو فروغ دینا، اور اوراد وظائف کا لمبا چکر، ریاضت کے نام پر بدعات کو فروغ دینا، باطنی علم کو اعتبار دینا، طریقت وشریعت کے درمیان تفریق کرنا یہ اور ان جیسے دیگر مسائل تصوف کا ان کے یہاں بھی بازار گرم ہے۔

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں

تصوف کو اسلامی اور روح دین کہنا کہاں تک صحیح ہے؟ ہر صحیح اسلامی تصور رکھنے والے حساس مسلمان کو اس سوال کا جواب دینا ہے۔

کوئی صاحب یہ کہہ سکتے ہیں کہ تصوف اور دوسرے علوم کا ارتقاء یکساں ہے تو عرض ہے کہ دوسرے علوم کے خدوخال واضح ہیں وہاں لاقانونیت کو جواز کا درجہ نہیں مل سکتا، لیکن تصوف کا مسئلہ دوسرا ہے اسے دراصل عقائد وعبادات کی بنیاد پر تزکیہ نفس کا کام کرنے کے لیے چنا گیا تھا، اور عقائد وعبادات توقیفی ہیں اس میں توسع اور ارتقاء کا سوال ہی نہیں، دوسرے یہاں خدوخال واضح نہیں دائرۂ توقیف سے نکل کر یہاں صرف لاقانونیت ہے

اور ہر صوفی کی لاقانونیت یکساں ہے اور یکساں طور پر سب کو تصوف میں داخلہ مل گیا ہے اور یکساں طور پر انھیں قبولیت عامہ حاصل ہے۔

صوفیاء کے ان افکار ونظریات میں جنھیں قبولیت عامہ حاصل ہے تضادات کی اتنی کثرت ہے کہ ایک محقق ان کے افکار کے جنگل میں ہمیشہ بھٹکتا رہے گا، وہ یہ طے نہیں کر پائے گا کہ صحیح کیا ہے غلط کیا ہے، ایک طرف ان کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن وحدیث ان کا سرچشمۂ ہدایت ہیں، دوسری طرف طریقت اور علم باطن اور اسقاط الوسائط کے نام پر جہالت، باطنیت تاویل انکار شریعت کی ساری سرحدیں پار کر جاتے ہیں، علم باطن کا سرا حضرت آدم تک سے ملا دیتے ہیں، کبھی اس کا منبع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاتے ہیں، اس افضل البشر رسول رحمت سے جس نے علم چھپانے کی سزا یہ بتائی کہ علم چھپانے والے کو قیامت کے دن لوہے کا لگام پہنایا جائے گا۔ آپ سے علم باطن کا سلسلہ کبھی خلفاء راشدین کو ملتا ہے، کبھی حضرت علی کو کبھی آل بیت کو کبھی حضرت حذیفہ اور حضرت ابوہریرہ کو۔ علم ودلائل کی جو رسوائی صوفیاء کے ہاتھوں ہوئی ہے وہ کسی باطنی فرقے سے بھی نہ ہوئی۔

تصوف دراصل ایک نشہ بن گیا ہے جو اس کا شکار ہوگا اسے اثرات سے چھٹکارا نہیں مل سکتا ہے۔

تصوف کو تسنن کے مقابلے میں تشیع زیادہ راس آتا ہے۔ باطنیت میں ہم آہنگی دلائل سے بے اعتنائی، غلو وانتہا پسندی میں یکسانیت، رجال پرستی میں ہم آہنگی جذبات پر اعتماد، دونوں کے یہاں ایک جیسا ہے۔ رہبان تصوف جو ترکِ دنیا کو اپنا مشن بناتے ہیں اہل بیت جنھیں امارت وحکومت سے محرومی رہی ان کی نگاہ میں زیادہ جچتے ہیں، اہل تصوف اسرارِ طریقت کا انھیں راز داں بھی سمجھتے ہیں۔

اس وقت تصوف ترقی کرتے کرتے اس مقام پر پہونچ گیا ہے کہ اُسے دجل وفریب ٹھگی عیاری راس آتی ہے۔ تصوف کی بے راہ روی بے اصولی اور شخصی جذباتی تجربات پر

منی ہونے کا یہی نتیجہ ہوسکتا ہے۔

جو لوگ سچے تصوف کے دعوی دار ہیں انھیں تصوف کی بے اصولی کی نحوست ضرور لگتی ہے۔ تزکیہ کے نام پر استبداد اور سلوک کے نام پر عباد اللہ کو غلام بنانے کا یہ کام کبھی خوش آئند نہیں ہوسکتا۔

تصوف نے دعوت دین تربیت اور تزکیہ کے نام پر ہمیشہ اشخاص کو پروپوز کیا اور انھیں دین مان لیا، اور ان کی رفعت کو ناقابلِ تسخیر بنادیا، بلکہ دین کی راہ میں ہزاروں طاغوت کھڑا کردیئے۔ یہ طواغیت وصول الی اللہ اور حق تک رسائی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بن گئے۔

فصل پنجم

تصوف کے ہمہ جہتی سلبی اثرات

(۱) تصوف کا استبدادی نظریہ فرد کو تباہ کرتا ہے اس کے اندر موجود تمام توانائیوں کی پامالی ہوتی ہے وہ صرف خانقاہ کی جوتی بن کر رہ جاتا ہے۔

(۲) فرد کی تباہی کے نتیجے میں سماج متاثر ہوتا ہے، اسلام نے دنیا ہی کو مزرعت آخرت بتایا ہے مزرعت کو چھوڑ کر حصاد خیر کی امید کیسے ہوسکتی ہے، فرد کی تباہی سے حرث و نسل کی تباہی ہوتی ہے، تہذیب وتمدن کے ارتقاء میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا، اس خلاء سے پورا کاروبار حیات غیر اسلامی ہاتھوں میں چلا جاتا ہے۔ اور انسانیت جبر و بربریت کاالحاد وکفر کا شکار ہوتی ہے۔ مادیت کا طغیان سمندر کی طغیانی بن جاتا ہے۔ اور طاغوتی راج قائم ہوتا ہے دفع شر میں اور انکار منکر میں اس کا کوئی کارنامہ نہیں ہوتا، فیملی پلاننگ والے اگر صوفی نظریات لے کر زیادہ سے زیادہ خانقاہ بنائیں تو آبادی گھٹ جائے گی۔

(۳) عقیدہ وشریعت کی مٹی پلید ہوتی ہے شرک الحاد اور بدعقیدگی کی ساری خصلتیں تصوف کی وجہ سے مسلمانوں میں درآئی ہیں۔

(۴) توہم پرستی کا دور دورہ ہوتا ہے حجت و برہان اور دلیل کی بے وقعتی ہوتی ہے۔

(۵) قبر پرستی اور مظاہر شرک کی ساری برائیاں تصوف کی راہ سے عبادت وحسنات کا درجہ پاچکی ہیں، اصحاب قبور کو کائنات میں متصرف مان لیا جاتا ہے، رجال الغیب کے

عقیدے کے بعد کائنات میں وہ قوت تصرف حاصل کر لیتے ہیں اور بربریت کا کل نظام ان کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔

(۶) وحدت الوجود کا کفریہ عقیدہ الملک الجبار کو خالقیت سے مخلوقیت کی سطح پر اتار دیتا ہے اور اس کی ساری قرآنی صفات باطل قرار پاتی ہیں، ہندوؤں سے بدتر اوتار کا عقیدہ اس تصور وحدت الوجود میں پایا جاتا ہے، ہندوؤں کے یہاں ۱۴ اُوتار ہیں یہاں اوتار ہی اوتار ہیں۔

(۷) تصور شیخ اخلاص اور احسان کی جگہ لے لیتا ہے، اخلاص کی ساری آیتیں مسترد ٹھہرتی ہیں۔

(۸) مراقبہ، مجاورتِ قبر اور اعتکاف علی القبور اور چلہ کشی کے ذریعے تصوف کو وعید والی حدیث یعنی ''لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجداً'' میں داخلہ مل جاتا ہے۔

(۹) سجدۂ تعظیمی مرشدوں کے لیے روا رکھ کر شرکِ صریح کا ارتکاب ہوتا ہے، نماز کی بہت سی قسمیں ایجاد کر لی گئی ہیں، مناسک حج غیر اللہ کے لیے ادا ہوتے ہیں۔

(۱۰) ارادت وعقیدت اور بیعت کے شرائط وآداب کے التزام میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت واتباع سے مکمل روگردانی ہوتی ہے۔

(۱۱) علم باطن کے نام پر قرآن وسنت کی کھلی تحریف ہوتی ہے اور تفسیر اشاری کا مستقل عنوان قائم ہو گیا ہے۔

(۱۲) طریقت کے نام پر شریعت کا استہزا اور مذاق ہوتا ہے اور سرے سے شریعت ہی کو ساقط کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) کشف کے نام پر علم غیب کا صریحی ادعا پایا جاتا ہے۔

(۱۴) خواب ومنامات احکام شریعت کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔

(۱۵) کرامات تصرف فی الکون اور نظام کونی میں مداخلت کا ذریعہ بن گئے ہیں۔

(۱۶) مرنے کے بعد صوفیا دنیا میں لوگوں کی بگڑی بناتے اور ان کی فریاد سنتے ہیں، اور شکلیں بدل بدل کر دنیا میں آتے ہیں، اور ہندوؤں کے آواگون کے عقیدے کا بھرپور لطف اٹھاتے ہیں۔

(۱۷) ولایت کے نام پر نبوت سے مقابلہ آرائی کرتے ہیں اور اکثر رسالت ونبوت کو پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔

(۱۸) من مانی عبادات کی نئی نئی رسمیں نکالتے ہیں اور نئے نئے مجاہدات اور اوراد و وظائف خود پڑھ کر مستقل ایک فتنہ بن جاتے ہیں، اور ہر بلا کے لیے ایک وظیفہ اور ورد۔ ہر مرض کے لیے بے شمار مجربات، ہر مقصد کے پورا ہونے کے لیے متنوع وظیفے اوراد ونسخے، ارواح کے بے شمار مجربات، شعوذہ، سحر، جادو، طلسم، ٹونا ٹوٹکا، عرافی کہانت قسمت آزمائی کی بے شمار شکلیں، علم الجفر، علم النجوم دسیوں قسم کے درود، علوم سفلی، پلیتا، نقوش، تعویذ قرآنی آیات کی گنتیاں اور ان کے نقوش، دھاگے باندھنا، تانت باندھنا، لوبان اگربتیاں مختلف رنگ کے مرغ کے خون سے تعویذ لکھنا، زعفران کی تعویذ وغیرہ وغیرہ اور اس طرح کی بہت ساری مصیبتیں ہیں جو اکثر شرکِ صریح پر منتج ہوتی ہیں، اور سماج میں کرپشن پھیلاتی ہیں تصوف میں نقش سلیمانی جیسی کتابیں انھیں صوفیا کے کرتبوں کی دین ہیں۔

(۱۹) قصہ کہانی اور بے سروپا روایتوں کی بہتات اور کثرت اور موضوع وضعاف کا چلن جن کی تلاوت قرآن سے زیادہ ہوتی ہے اور اس سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔

(۲۰) اردو فارسی اور عربی نیز دیگر علاقائی زبانوں میں صوفی ادب ولٹریچر کی شہرت واشاعت جو نثری وشعری اصناف سخن پر مشتمل ہیں جن میں مکتوبات ملفوظات کی خاص بہتات ہوتی ہے، شعری دواوین، اور مجموعات کی بھی کثرت ہے جن میں مثنوی مولانا روم جامی اور سعدی کے شعری ادب کو خاص اہمیت حاصل ہے، اردو ادب پر بھی تصوف کے

خاصے اثرات ہیں، لیکن اس صوفی ادب پر وحدت الوجود کا اثر زیادہ گہرا ہے، اس ادب نے عالمِ اسلام کے ادبا مفکرین اور علماء پر بہت برا اثر ڈالا ہے، اس نے ان کی شخصیت تہ در تہ بنادی ہے اور اس نے ان کے پاؤں کی بیڑی بن کر ان کی دینی مجہودات اور کارناموں کو بانجھ اور بے ثمر یا کج رو بناڈالا ہے۔ ان کے ملفوظات کی وہ کثرت ہے اور ان کا اس کثرت سے مطالعہ ہوتا ہے کہ دیگر اسلامی لٹریچر کو ان کے مقابلے میں مشکل سے پذیرائی ملتی ہے، اور مثنوی مولانا روم تو برصغیر اور ایران وتوران کے لیے حکمت وطریقت کا خزینہ ہے اور جو پذیرائی اسے حاصل ہے، اسے ایک طرح سے تلقی بالقبول کا درجہ مل گیا ہے، برصغیر کے تمام طبقے باستثنائے اہل حدیث، اس سے بھر پور اعتناء رکھتے ہیں، حالاں کہ ان کی مثنوی میں وہ تمام خرافات موجود ہیں جو تصوف کے برگ وبار ہیں، علی میاں نے مولانا روم کو اصحابِ دعوت وعزیمت میں شمار کیا ہے، انھوں نے دعوت وعزیمت میں مثنوی کو کافی اجاگر کیا ہے، اقبال جن کی شاعری پر لوگ سر دھنتے اور حکیم الامت کے لقب سے نوازتے ہیں ان کے سب سے بڑے رہبر مولانا روم ہی ہیں، جاوید نامہ جو تصوراتی سفرِ آسمانی کی روداد ہے اس سفر میں ان کے رہنما مولانا روم ہی ہیں، اس ہفت افلاک سیر میں انھیں زیادہ تر ایسے ہی لوگ ملتے ہیں جو مریض تصوف ہیں یا مریض مغربیت۔

حافظ جن کی شاعری تغزل ہے اور وہ بھی امردانہ تغزل، اس پر تصوف کی پرچھائیں دیکھ کر برصغیر کے علماء وفقہاء عظام ان کا دیوان مطالعے کے لیے کھولتے ہیں اس دیوان میں انھیں ہاتفِ غیبی سنائی دیتا ہے، اس سے فال نکال لیتے ہیں۔

(۲۱) خانقاہوں میں امرد پرستی کا رواج ہوا، حسین چہروں میں صوفیا مشاہدۂ حق کرتے ہیں، صوفیا کے لیے حسین چہرے اتنے پرکشش ہوا کرتے تھے کہ وہ فوراً بے تاب ہوجاتے تھے، مولانا زکریا سہارنپوری نے اپنی ''آپ بیتی'' میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک پیر طریقت اپنے مریدوں کے ساتھ جارہے تھے، راستے میں ایک عیسائی لڑکی ملی جو سؤر

چرارہی تھی، شیخ طریقت نے مریدوں سے کہا مجھے اس لڑکی کے اندر اللہ کا جلوہ نظر آرہا ہے۔ میں اس کے ساتھ جارہا ہوں، مریدوں نے شیخ کو منانا چاہا، منت سماجت کی، لیکن وہ نہیں مانے۔ مرید مایوس ہوکر واپس لوٹ گئے۔ شیخ طریقت عیسائی لڑکی کے پاس گئے۔ اور گزارش کی کہ میں تمہارے اندر جلوۂ الٰہی دیکھ رہا ہوں، میرا ارادہ ہے تمہاری رفاقت اختیار کرلوں۔ اس نے کہا ٹھیک ہے، پھر سور چرائیے۔ شیخ طریقت نے اس مسیحی لڑکی کے ساتھ آٹھ دس سال تک سؤر چرایا تب انھیں معرفتِ الٰہی ملی۔ واپس ہوئے تو فرشتۂ رب ان کے علو مرتبت کی خبر دینے پہلے ہی مریدوں کے پاس پہنچ چکا تھا، مرید آئے اور پوری عقیدت اور مسرت سے مرشد کو لے جاکر ان کے مسند کو پھر سے آباد کیا اور کار بار رشد وہدایت جاری ہوگیا۔

یہ ہے قطب الاقطاب اور ایک شیخ الحدیث کی تصوف کے پس منظر میں دینی حس

ع تفو برتو اے چرخ گرداں تفو

پھر بھی یہ حکم ہے کہ تصوف کے آگے گردن خم کردو کہ اس سے دنیا وآخرت سنور جائے گی۔

(۲۲) تضاد عمل میں اور تضاد دعوے میں تصوف کا خاصہ ہے ایک طرف دعویٰ علم پروری اور کتاب وسنت پر عمل پیرائی کا ہے دوسری طرف علم اور حصول علم سے گریزان کا خاصہ ہے۔ اور باطنی علم اور طریقت کے نام پر سراسر کتاب وسنت سے بغاوت، اور ان کی تحریف ہوتی ہے۔

(۲۳) تصوف کو تسنن سے زیادہ تشیع راس آتا ہے، تصوف میں اہل بیت اسرارِ طریقت کے راز داں ہیں، راز داری کی نگہ انتخاب ان پر پڑنے کے بعد لازم آتا ہے تصوف خصائص تشیع کا حامل بھی بن جائے، تشیع کی تاویلات باطنیت تحریف، مبالغات اور ادعاءات تصوف کے مزاج کے عین مطابق ہیں اس لیے تصوف وتشیع کا باہمی ارتباط لازمی ہے۔

(۲۴) عرس، قوالی چادر پوشی اور قبر پرستی کا رواج تصوف کی راہوں سے ہوا،

قبر پرستی میں تمام عبادات آجاتی ہیں، نیز وہاں عقیدت سے بھیڑ لگانا، چلہ کشی کرنا، مراقبہ کرنا، اعتکاف کرنا حدیث کے اعتبار سے قبر پرستی میں داخل ہے، ہر سال چھوٹے بڑے پیروں کا عرس لگتا ہے، اور وہاں منکرات کی ساری رسمیں پوری ہوتی ہیں نذر و نیاز اور منت کے چڑھاوے آتے ہیں، تحلیق راس ہوتا ہے، پیر کے نام پر بال چھوڑے جاتے ہیں، جھنڈے اٹھتے ہیں، شدرحال ہوتا ہے، قوالی کے نام پر تمام قسم کے شرکیہ گانے گائے جاتے ہیں یا عشقیہ غزلوں کا راگ الاپا جاتا ہے، حال آتا ہے رقص ہوتا ہے، موسیقی کی دھن کی بارش ہوتی ہے، اور پورا ماحول جنس زدہ ہوتا ہے، اکثر پر انھیں گاکر کے نشہ چڑھتا ہے جنھیں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ''الغناء من مزامیر الشیاطین'' اور ''الغناء تنبت النفاق فی القلب'' کہا ہے ان عرس کی تقریبات میں اس وقت کیا کچھ نہیں ہوتا ہے۔
اور اب تو سارا کاروبار طریقت وخانقاہیت جرائم خبیثہ کا ذریعہ بنا ہوا ہے، اب تو یہ صورتِ حال ہے کہ دھڑلے سے اس کاروبار قبر پرستی سے وابستہ قبوری خرافات ماننے والے یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو نہیں جانتے ہم صرف قبر والے کو جانتے ہیں۔
تصوف کو ماننے والے اس لعنت اور چھوت کو پتہ نہیں کب تک مانتے رہیں گے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو تصوف کی گمراہی سے بچائے۔ آمین

اسلام ہی ہمارا انتخاب کیوں؟

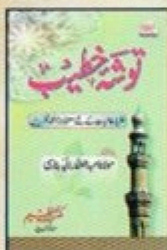
دنیا بھر میں قبول اسلام کے سچے واقعات

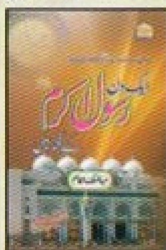
اسلام دین حق ہے، اس کے عقائد سچے اور خالص ہیں، اس کی عبادات سادہ اور انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں اور اس کے پیغمبر خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی سیرت مطہرہ بنی نوع انسان کے لیے اسوۂ حسنہ ہے، ان عظیم حقائق کے باعث اسلام روز اول ہی سے مسلسل پھیلتا آرہا ہے۔
یہ امر باعث مسرت ہے کہ آج امریکہ اور یورپ میں قبول اسلام کی شرح فزوں تر ہے۔ ''اسلام ہی ہمارا انتخاب کیوں؟'' ان خوش نصیب انسانوں کے تجربات وتأثرات اور قلبی واردات کا خوب صورت مرقع ہے جنھوں نے عیسائیت، یہودیت یا ہندومت کے باطل عقائد وافکار تج کر اسلام کے سائے میں پناہ لی۔ ان نومسلموں کے اپنے سابق مذاہب کے حوالے سے اعترافات اور اسلام کے بارے میں والہانہ جذبات بڑے ایمان افروز ہیں جن سے اس دین حنیف کی ازلی وابدی سچائی روز روشن کی طرح نمایاں ہوکر سامنے آتی ہے۔ یہ بے مثال کتاب ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کے پڑھنے کی چیز ہے، بالخصوص وعظ وتبلیغ کے فرض عین میں مصروف لوگوں کے لیے بے مثل سوغات ہے۔ اسے خود پڑھ کر اسلام پر اپنا ایمان ویقین تازہ کیجیے اور دوسروں کو پڑھائیے کہ اسلام، قرآن اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے نومسلموں کی وابستگی کا تقابلی مطالعہ دل ونگاہ کو رفعت وصلابت عطا کرتا ہے۔

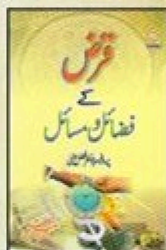
ناشر
مکتبۃ الفہیم
منوناتھ بھنجن یوپی

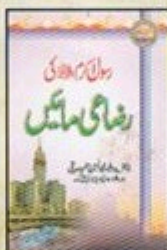
منہج سلف صالحین کے فروغ کے لئے کوشاں

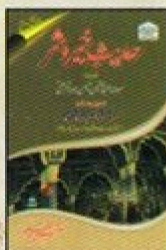
ہماری بعض اہم خوبصورت اور معیاری مطبوعات

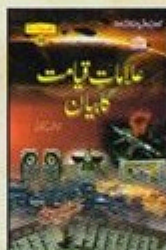


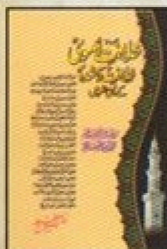


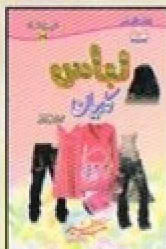


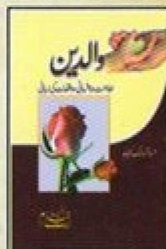












MAKTABA AL-FAHEEM

Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road

Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101

Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224

Email : faheembooks@gmail.com

Website : www.faheembooks.com

₹ 25

PRINT ART Delhi Ph. 23634222